ایشین رپے سیفک مشترکہ اشاعتی پروگرام

# آؤ ہنسیں

ایشیا اور پے سیفک سے کہانیاں

## پہیلیاں اور کہاوتیں
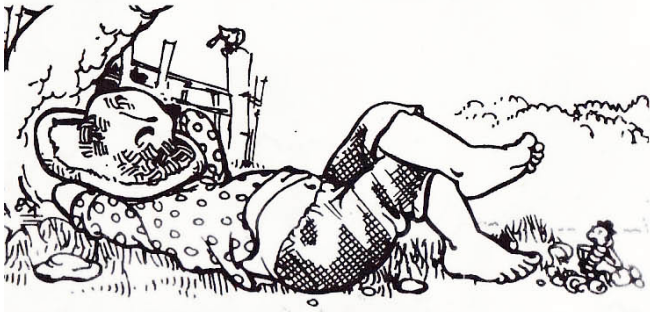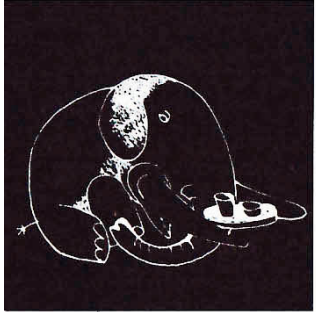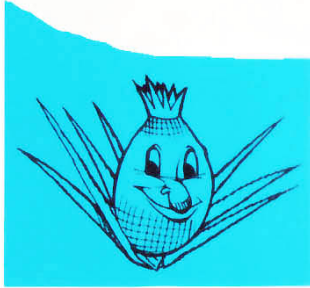
₹ 65.00
ISBN 812370677-4
13140860

nbt.india
एकः सूते सकलम्
نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

آؤہنسیں

ایشین / پے سیفک مشترکہ اشاعتی پروگرام

# آؤ ہنسیں

ایشیا اور پے سیفک سے

کہانیاں، پہیلیاں اور کہاوتیں

مترجم

سجاد رضوی

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

مزاحیہ کہانیوں، پہیلیوں اور کہاوتوں کا یہ مجموعہ ایشیائی / پے سیفک مشترکہ اشاعتی پروگرام (اے سی پی) کے تحت ایشین کلچرل سینٹر فار یونسکو نے شائع کیا تھا، جسے ایشیا اور پے سیفک کے یونسکو کے ممبر ممالک کے تعاون سے ترتیب دیا گیا تھا۔ اس میں شامل ۵۴ کہانیاں، ۵۴ پہیلیاں، ۲۲ کہاوتیں اور تصاویر، اٹھارہ ممالک نے فراہم کی ہیں۔

یہ کتاب اے۔ سی۔ پی سلسلے کی اٹھارہویں کتاب ہے۔ اے۔ سی۔ پی کی تمام کتابوں کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور دنیا بھر میں بچوں نے یہ کتابیں پڑھی ہیں۔

ISBN 978-81-237-0677-1

پہلا اُردو ایڈیشن: 1993 (ساکا 1915)

دوسری طباعت: 2000 (ساکا 1922)

تیسری طباعت: 2013 (ساکا 1935)



Laughing Together (Urdu)

**قیمت: 65.00**

ناشر: ڈائریکٹر، نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

5، نہرو بھون، انسٹی ٹیوشنل ایریا، II،

وسنت کنج، نئی دہلی۔ 110070

Website: www.nbtindia.gov.in

# ترتیب

# خوش قسمت شکاری

کہتے ہیں ایک شکاری تھا جس نے اپنے بیٹے کی ساتویں سالگرہ پر شکار پر جانے کی سوچی تاکہ کوئی اچھا سا شکار دعوت کے لئے لائے۔ لیکن جب وہ دیوار پر سے بندوق اُتارنے لگا اس کے ہاتھ سے بندوق گر کر ایک پتھر سے ٹکرائی اور انگریزی کے لفظ ایل (L) کی طرح اس کی نال ٹیڑھی ہو گئی۔

"ڈیڈی، یہ بُرا شگون ہے" لڑکا چلایا "آپ آج شکار پر نہ جائیے"۔

"تم بے وقوف ہو" باپ نے کہا "یہ اچھا شگون ہے بندوق پتھر سے ٹکرائی ہے اس کا مطلب ہے کہ شکار بھی اچھا ہوگا"۔

باپ بہت سویرے ایک پہاڑی جھیل پر پہونچا تو جانتے ہو اس نے کیا دیکھا؟ اس نے دیکھا کہ وہاں تیرہ جنگلی بطخیں تھیں۔ بارہ تو پانی میں نہا رہی تھیں اور تیرھویں بطخ کنارے پر ایک پتھر کے پیچھے آرام سے سو رہی تھی۔

"مزہ آگیا!" شکاری نے کہا اور اپنی مڑی ہوئی بندوق سے نشانہ لگایا۔

"بینگ!" گولی چلی لیکن کیوں کہ بندوق کی نال مڑی ہوئی تھی اس لیے گولی ٹیڑھی میڑھی چلتی ہوئی بارہ کی بارہ بطخوں کو لگی اور اس کے بعد اس پتھر سے ٹکرائی جس کے پیچھے تیرہویں بطخ سو رہی تھی، پھر پلٹ کر اس بطخ کو لگی اور وہ بھی زخمی ہو گئی۔

بطخ پانی میں گر گئی اور اپنے پر زور زور سے پھڑپھڑانے لگی۔ شکاری اس کو پکڑنے کے لئے پانی میں اتر گیا اور بہت مشکل سے اس تک پہونچا کیونکہ اس نے سوتی بیگی پتلون اور تنکوں سے بنے جوتے پہن رکھے تھے۔

اس نے بطخ کی گردن پکڑ لی تو وہ اور بھی زور سے پر پھڑپھڑانے لگی۔

پھر ایک دھماکہ ہوا ـــــ پانی سے کوئی چیز اچھل کے کنارے پر لگی جھاڑی پر گری۔ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ ایک بڑا سا کیکڑا! اتنا بڑا اور مزے دار نظر آنے والا کیکڑا اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے اُس کو ابھی پکڑ لینا چاہیئے!" شکاری نے کہا اور پانی سے نکلنے کے لئے ایک پیڑ کی جڑیں پکڑنے لگا۔ لیکن وہ جڑ نہیں بلکہ ایک خرگوش کی پچھلی ٹانگیں تھیں۔ خرگوش اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے اگلے پنجوں سے زمین کھودنے لگا تو وہاں سے پچیس بڑے بڑے رتالو نکل آئے۔

شکاری جھاڑی میں کیکڑا پکڑنے کے لئے گُھسا تو وہاں دیکھا کہ ایک بڑی سی مچھلی پڑی ہے اور ایک مُرغی بھی ہے جس کی گردن مچھلی نے توڑ دی تھی۔ شکاری نے جب مُرغی کو اٹھایا تو پتوں میں ڈھکے تیرہ انڈے بھی دکھائی دیے اور وہ سب ہی بالکل ٹھیک تھے۔ ایک بھی ٹوٹا ہوا نہیں تھا۔ شکاری نے احتیاط سے انڈے اٹھانے کے لئے پتے ہٹائے تو وہاں بہت سی مشروم رکھی ہوئی تھی۔

شکاری جب اپنی مڑی ہوئی بندوق کے ساتھ گھر لوٹا تو اس کے دائیں کندھے پر خرگوش اور مُرغی لٹکی ہوئی تھی، بائیں کندھے پر کیکڑے اور رتالو تھے۔ بطخیں کمر سے بندھی تھیں اور انڈے قمیض میں اور مشروم تھیلے میں تھے۔

گھر پہونچتے ہی اس نے جوتے اور پتلون اتار دی کیونکہ ان کے گیلے ہونے کی وجہ سے وہ بے چین تھا۔ یا حیرت! اس نے جب پتلون اتاری تو اس میں سے ان گنت جھینگے اور تینتیس مچھلیاں زندہ نکلیں۔ وہ سب فرش پر پھیل گئے اور اچھلنے کودنے اور ناچنے لگے۔

ذرا سوچو تو، شکاری کے بیٹے کی ساتویں سالگرہ کتنی شان سے منائی گئی ہوگی۔ پاس پڑوس بھی سب ہی کو بلایا گیا اور مہمان تب تک کھاتے ہی رہے جب تک وہ کھا سکے!

جاپان
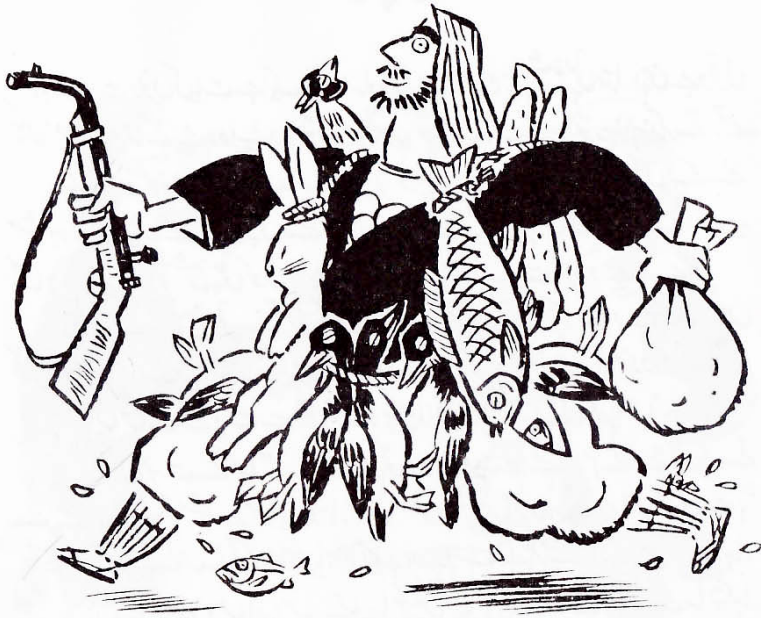
# شیخ چلّی
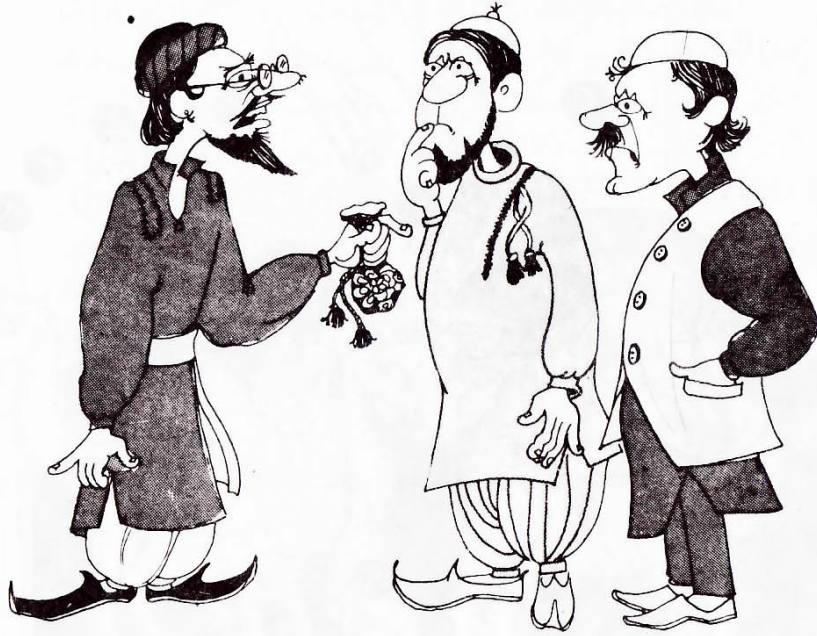
بہت بہت دنوں کی بات ہے ایک سیدھا سادہ آدمی تھا جس کا نام شیخ چلّی تھا۔ اپنی بے وقوفی لیکن معصوم باتوں کے لیے وہ اپنے دوستوں میں مقبول تھا سب اس کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے۔

ایک دن گاؤں کے زمیندار نے اس کو بلایا۔ یہ زمیندار بے ایمانی کے لئے مشہور تھا۔ اس نے شیخ چلّی سے کہا کہ وہ گاؤں کے گھروں کی گنتی کرے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ شیخ چلّی کو بیس پیسہ فی گھر کے حساب سے مزدوری دے گا۔

بے چارے شیخ چلّی نے کئی گھنٹے محنت کی، گاؤں کی سڑکوں اور گلیوں میں گھوم گھوم کر اس نے شام تک زمیندار کو گھروں کی کُل تعداد بتادی اور اپنی مزدوری لے لی۔

بعد میں شیخ چلّی کے بہت سے دوستوں کو پتہ چلا اور وہ شیخ چلّی کے پاس آئے۔

ایک دوست نے کہا "ارے بے وقوف، زمیندار سے کام کے لئے ہاں کرنے سے پہلے ہم سے تو مشورہ کر لیا ہوتا۔ تم کو معلوم نہیں کہ وہ بے ایمان آدمی ہے؟"

"مجھ کو یقین ہے کہ اُس نے تم کو دھوکا دیا ہوگا" ایک اور دوست نے سر جھٹکتے ہوئے افسوس سے کہا۔

"ارے نہیں، اس بار اس نے ایسا نہیں کیا" شیخ چلی نے اعتماد کے ساتھ کہا۔

"تم کو کیا پتہ کہ اس نے دھوکا نہیں دیا؟" اب ایک اور دوست نے پوچھا۔

"مجھ کو پتہ ہے کیونکہ اس بار دھوکا میں نے دیا ہے!" شیخ چلّی نے جواب دیا اور وہ بہت خوش تھا۔ اس کے دوست حیران ہوئے اور پوچھا "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میرا مطلب ہے! میں نے چالاکی سے گھروں کی تعداد کم بتائی ہے۔" شیخ چلّی نے تن کر کہا "اصل میں میں نے جتنے گھر گنے، اس سے آدھے ہی بتائے ہیں۔"

پاکستان

# نو یا دس

ایک دفعہ ایک سوکھے ریگستان میں ایک آدمی اپنے دس اونٹوں کو ہانکتا ہوا پانی کے ایک تالاب کی طرف لے جا رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک اونٹ پر بیٹھ گیا اور باقی اونٹوں کو گننے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ تو صرف نو تھے۔ وہ اونٹ سے نیچے اتر کر کھوئے ہوئے اونٹ کو تلاش کرنے کے لئے پیچھے کی طرف بھاگا۔ جب وہاں اونٹ نہ ملا تو اس کو یقین آگیا کہ وہ کھو گیا ہے۔ آخر تلاش کرنے کا ارادہ چھوڑ کر جب وہ تھکا ہوا واپس آیا تو وہاں دس کے دس اونٹ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور فوراً ایک اونٹ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اس کو ایک بار پھر ان کی تعداد کا خیال آیا۔ گننے پر وہاں صرف نو اونٹ ہی تھے۔ پریشان ہو کر وہ اپنے اونٹ سے نیچے اترا اور آگے بڑھ کر اونٹ کو تلاش کرنے لگا لیکن اونٹ نہیں ملا وہ واپس گلے کی طرف آیا اور ایک بار پھر اپنے اونٹوں کو گنا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دس کے دس اونٹ وہاں کھڑے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے اس کی وجہ ریگستان کی گرمی کو سمجھا۔ آخری اونٹ پر بیٹھ کر وہ تیسری بار پھر اونٹوں کی گنتی کرنے لگا پھر پھر ایک اونٹ کم ہو گیا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا کہ آخر ایک اونٹ پھر کیوں کم ہے۔ وہ نیچے کود پڑا اور شیطان کو برا بھلا کہتے ہوئے تھکن کے باوجود ایک بار پھر اونٹوں کی گنتی کی تو وہاں دس کے دس اونٹ موجود تھے!

"ٹھیک ہے ارے چالباز شیطان" وہ غرایا "ایک اونٹ پر بیٹھ کر ایک اونٹ کھونے سے بہتر ہے کہ پیدل چل کر دس کے دس اونٹ محفوظ رکھے جائیں۔"

ایران
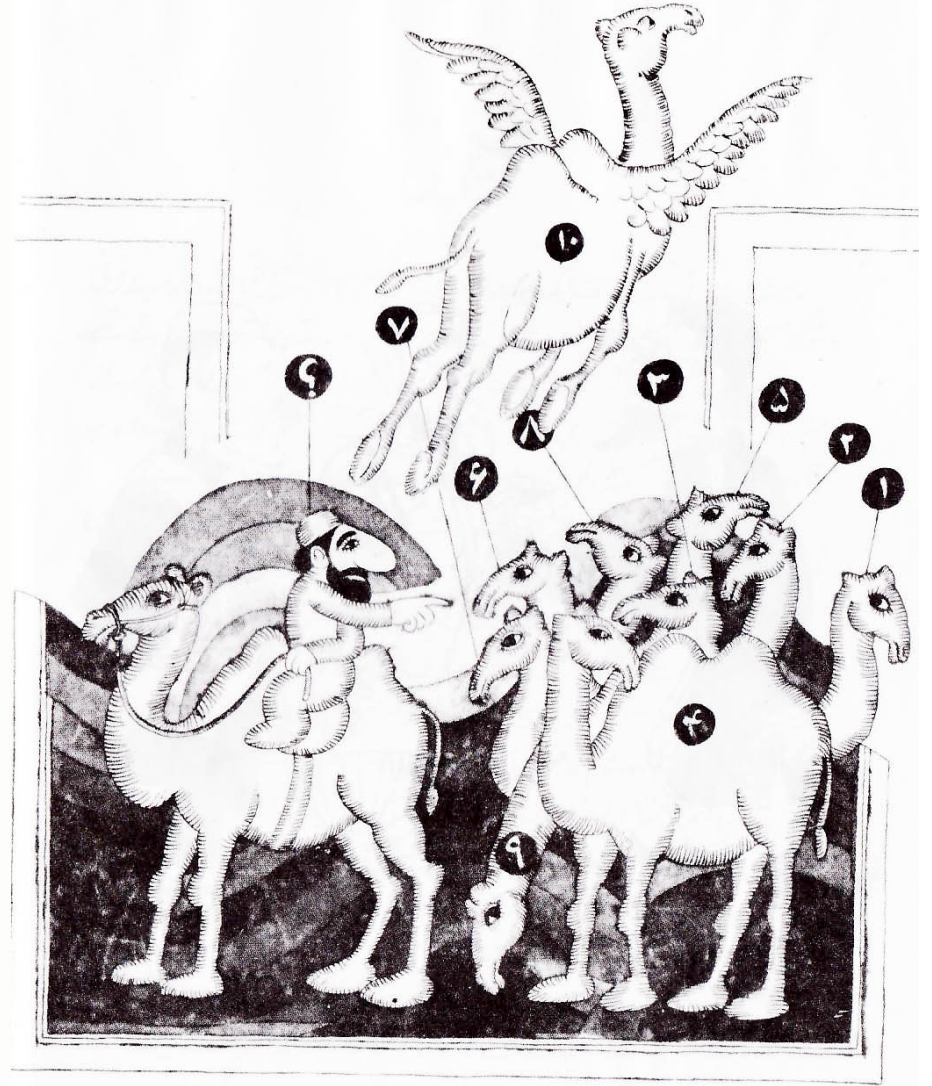
# انہوں نے اپنے گھر بدلے مگر....

ایک وزیر کے گھر کی ایک طرف ایک لوہار اور دوسری طرف ایک بڑھئی رہتا تھا۔ لوہار اور بڑھئی کے یہاں رات دن شور مچا کرتا تھا جس سے وزیر کی نیند خراب ہوتی تھی۔ ایک دن جب برداشت نہ کر سکا تو وزیر نے دونوں کو بلا کر کہا کہ وہ اپنے گھر تبدیل کر لیں۔

ایک دن لوہار وزیر کے گھر گیا اور کہا "جناب' آپ کی فرمانے کے مطابق میں آج اپنا گھر تبدیل کر رہا ہوں"۔

کچھ دیر کے بعد بڑھئی بھی وزیر کے گھر گیا اور کہا "جناب' میں بھی اپنا گھر تبدیل کر رہا ہوں"۔

یہ سُن کر وزیر کو بہت اطمینان ہوا لیکن پھر بھی وزیر نے افسوس کا اظہار کیا کہ وہ دونوں اب پڑوسی نہیں رہیں گے۔ اس نے دونوں کو بہت اچھے کھانے کھلائے اور رخصت کیا۔

لیکن حیرت کی بات تھی کہ آری اور ہتھوڑا چلانے کی آواز اب بھی آ رہی تھی۔ وزیر کو بہت تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا۔ اس نے اپنے نوکر کو بلا کر حکم دیا کہ وہ شور کی وجہ معلوم کرے۔

نوکر نے واپس آ کر یہ بتایا کہ بڑھئی اور لوہار نے وعدے کے مطابق گھر تبدیل کر لئے ہیں۔ بڑھئی لوہار کے گھر میں چلا گیا ہے اور لوہار بڑھئی کے گھر میں جہاں وہ آزادی کے ساتھ رات دن ہتھوڑا اور آری چلا رہے ہیں۔

کوریا

# بوڑھے احمق نے اپنے گھر کی مرمّت کی

ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک آدمی اور اس کی بیوی رہتے تھے ۔ اس آدمی کو سب لوگ بوڑھا احمق اور بیوی کو احمق ما کہتے تھے۔ وہ دونوں آبادی سے دور ایک چھوٹے سے لکڑی کے گھر میں رہتے تھے جس کی دیواریں خراب اور چھت میں بہت سے چھید تھے۔ احمق مانے گھر کی مرمّت کرنے کی سوچی۔

اس نے بوڑھے احمق سے کہا "ہم کو اس گھر کی مرمّت کرنی چاہیئے' چھت کی طرف دیکھو۔ یہ ٹپکتی ہے اور دیواروں میں چھید ہو گئے ہیں"۔

بوڑھے احمق نے فوراً کہا "خیال اچھا ہے"۔

"میرے پیارے شوہر" احمق مانے پیار سے کہا "میرے خیال میں تم کو اس گھر کی مرمّت کرنی چاہیئے"۔

"میں؟ کیا کہا تم نے میں؟" بوڑھے احمق نے کہا' اس کو افسوس ہوا۔ بوڑھا احمق گھر کی مرمّت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے ہر طرح کے بہانے بنائے۔ پہلے اس نے بیوی سے کہا کہ اس کو بہت سے کام کرنے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ وہ تھکا ہوا ہے اور آخر میں یہاں تک کہا کہ وہ بیمار ہے۔

احمق مانے جواب دیا "یہ ہمارا گھر ہے! بولو ہے کہ نہیں؟ تو پھر ہم کو اس کی مرمّت کرنی چاہیئے"۔

"اصل میں" بوڑھے احمق نے کہا "میں یہ کام کرنا نہیں چاہتا اور پھر مجھ کو یہ کام آتا بھی نہیں ہے"

احمق مانے سر جھٹکا اور سوچا: بوڑھے احمق کو گھر کی مرمّت کرنے کے لئے کیسے راضی کروں؟ اگر بوڑھا خود ہی کام کرے گا تو ہم کچھ پیسے بھی بچالیں گے۔

اچانک اس کو ایک خیال آیا۔ اس نے اپنے باغ میں جھاڑیوں اور پودوں میں سے گزرتا ہوا ایک ایسا راستہ بنایا جو واپس ان کے باغ میں آتا تھا۔

کچھ دن بعد احمق ما نے بوڑھے احمق سے کہا "میرے پیارے شوہر ہمارے پاس کھانے کے لئے بہت کم ہے۔ میرے خیال میں اچھا ہو اگر تم گھر سے باہر جاکر کچھ کام کرکے پیسے کماؤ، جس سے ہم کھانے کے لئے کچھ سامان منگا سکیں۔"

بوڑھے احمق نے بیوی سے کہا کیا وہ بتا سکتی ہے کہ اس کو کہاں نوکری مل سکتی ہے تو اس نے جواب دیا "میں نے سنا ہے۔ اس راستے کے آخر میں جو گھر ہے اس کا مالک کسی نوکر کی تلاش میں ہے۔ تم کیوں نہیں کوشش کرتے؟ اگر تم خوش قسمت ہو تو وہ کام تم کو بھی مل سکتا ہے۔"

بوڑھا احمق اس گھر کی تلاش میں نکل پڑا جو اس راستے کے آخر میں تھا، وہ جھاڑیوں اور پیڑ پودوں سے گذرتا ہوا آخر تک پہونچ گیا۔ وہاں اس نے لکڑی کا ایک چھوٹا سا گھر دیکھا۔

اس نے پوچھا "یہ گھر کس کا ہے؟"

ایک عورت باہر آئی

"بولئے آپ کیا چاہتے ہیں؟"

بوڑھے احمق کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا "یہ عورت تو میری بیوی جیسی لگتی ہے اور گھر بھی میرے گھر کی طرح ہے۔ ارے نہیں اس نے اپنے آپ سے کہا "مجھ کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔

عورت نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بوڑھے احمق نے اس سے کہا کہ وہ ایک نوکری کی تلاش میں ہے۔ عورت نے اس سے گھر کی مرمت کرنے کے لئے کہا "چھت کو ضرور تبدیل کرنا ہے" اس نے کہا "اور دیواروں کو بھی۔ سارا سامان گھر کا مالک دے گا لیکن بڑھئی آپ ہوں گے"۔

بوڑھا احمق اس گھر میں کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا جو اس کے اپنے گھر کی طرح لگتا تھا۔ دوسرے دن سے اس نے گھر کی مرمت کرنی شروع کر دی۔ ٹوٹی ہوئی دیواروں کو گرا دیا اور ٹپکنے والی چھت کو بھی گرا دیا۔ دیوار اور چھت کو تبدیل کرنا ہے۔ جب وہ کام کر رہا تھا تو بوڑھے احمق کی خوب دیکھ بھال کی جاتی۔ وہ عورت جو اس کی بیوی کی طرح لگتی تھی اس کے کھانے پینے کا انتظام کرتی تھی ــــ ہر روز شام کو وہ گھر چلا جاتا۔



ہر روز یہی ہوتا۔ ایک ہفتے بعد بوڑھے احمق نے اپنا کام ختم کر لیا۔ اس نے اس راستے کے آخر میں بنے اس عورت کے گھر کی مرمت پوری کر دی۔ اس نے پُرانی چھت تبدیل کر دی تھی اور پُرانی دیواروں کو بھی بدل دیا تھا۔ اس کام کے لئے اس عورت نے اسے اچھی مزدوری دی تھی۔

بوڑھا احمق پیسے لے کر گھر چلا گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ پیڑ پودوں اور جھاڑیوں سے نکل کر گھوم کر جانے والے اس راستے پر چلتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ گنگنا رہا تھا۔ گھر جانے پر پہلے وہ کچھ دیر رکا۔

"ما! ما!" وہ بہت زور سے چلایا۔

احمق ما باہر نکل آئی اور شوہر کے دیئے ہوئے پیسے لے لیے۔

"شکریہ، میرے پیارے شوہر، اب ہم بہت سے مزے دار کھلونے خرید سکتے ہیں" اس نے خوشی سے کہا۔ بوڑھے احمق کو معلوم نہیں تھا سوچے بنا اس نے گھر دیکھ کر حیرت سے پوچھا "ما، ہمارے گھر کی مرمت ہو گئی ہے؟"

"ہاں" بیوی نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس نے پھر پوچھا "کس نے کی؟"

"تم نہیں جانتے" بیوی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ارے اس کا نام بوڑھا احمق ہے"۔

"نہیں نہیں یہ سچ نہیں ہے" اس نے کہا "میں نے تو اس راستے کے آخر میں جو گھر ہے اس میں کام کیا ہے۔ بیوی نے اصل کہانی بتائی تو بوڑھے احمق نے حیرت سے سر کھجاتے ہوئے کہا "تو گویا اس دوران میں اپنے ہی گھر کی مرمت کرتا رہا تھا"۔

ملیشیا

# سُست جوآن

ایک گھنے اِملی کے پیڑ کے نیچے سر پر ہیٹ رکھے جوآن صبح سے سو رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنی ماں کی آواز سُنی۔

"جوآن"، تم کہاں ہو؟ پھر سو رہے ہو؟ میں آج تک اتنا سُست لڑکا نہیں دیکھا۔ تم صبح سے سو رہے ہو جبکہ تمہارا باپ کھیت میں سخت محنت کر رہا ہے لیکن تمہارا کیا کیا جائے"

جمائیاں لیتا ہوا جوآن کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو ملا اور سستی سے انگڑائی لی۔

ماں نے جوآن کو دروازے پر دیکھ کر کہا "بازار جا کر نمک اور پانچ زندہ کیکڑے لے آؤ۔ راستے میں کھیلنا نہیں فوراً گھر واپس آجانا۔"

جوآن پیسے لے کر چل دیا۔

بازار پہونچ کر اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت کیکڑے بیچ رہی ہے۔ اس نے ایک بڑی سی چھڑی لی اور کیکڑوں کو چھیڑنے لگا۔

"ارے، تم میرے کیکڑوں کے ساتھ کیا کر رہے ہو" وہ عورت چیخی۔

"میں یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا وہ زندہ ہیں، مہربانی کر کے مجھے پانچ رینگنے والے کیکڑے دے دو" جوان نے کہا۔

کیکڑوں کو ایک ساتھ باندھ لینے کے بعد وہ ایک نمک بیچنے والے کے پاس گیا۔ جوآن نے کہا "اگر تمہارا نمک واقعی نمکین ہے تو مجھے پچاس سینٹاوس کا نمک دیدو" کیکڑے اور ایک چھوٹے سے تھیلے میں نمک لے کر سیٹی بجاتا ہوا جوآن گھر کی طرف چل دیا۔ جب وہ دریا کے پاس سے گذر رہا تھا تو اچانک اس نے سنا کہ کوئی اسے پکار رہا تھا۔

"جوآن آؤ ہمارے ساتھ کھیلو۔ دیکھو کھیلنے کے لیے کتنا اچھا دن ہے نا؟" کیکڑے اور نمک کو دکھلاتے ہوئے جوآن نے کہا "ماں کو ان چیزوں کی ضرورت ہے مگر میری سمجھ میں ایک ترکیب آئی ہے" کیکڑوں کو کھولتے ہوئے اس نے ان سے کہا۔

"ماں تمہارا انتظار کر رہی ہے اس لئے گھر جاؤ"

اس سڑک پر سیدھے جاکر بائیں طرف مڑنے کے بعد ایک بڑا سا املی کا پیڑ ہے جہاں ایک باورچی خانہ ہوگا جس کا دروازہ کھلا ہوگا' وہاں ماں ہوں گی۔ جاؤ! جاؤ!" جوآن نے گویا کیکڑوں کو پتہ بتا کر انہیں جانے کو کہا۔ پھر اس نے نمک کو چھپانے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور آخر میں اس نے تھیلے کو دریا میں ایسی جگہ رکھ دیا جہاں پانی کم تھا اور سوچا یہاں سے کوئی بھی اس کو نہیں لے جا سکتا۔

اور اب اپنے من مانے ڈھنگ سے چلاتا اور کھیلتا ہوا جوآن اپنے دوستوں ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو اُسے گھر جانے کا خیال آیا۔

جوآن کی ماں املی کے پیڑ کے نیچے کھڑی اپنے سُست بیٹے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ جوآن کو دیکھ کر چلائی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو" جوآن نے حیران ہو کر کہا "کسی نے نمک چرا لیا۔"

"نمک چرا لیا؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟" ماں نے غصّے سے کہا "ہاں" جوآن نے جواب دیا۔ "میں نے اس کو بہت حفاظت سے رکھا تھا پانی کے اندر" اور پھر کہا



"اور جب میں اس کو لینے گیا تو نمک وہاں نہیں تھا۔"

"اور کیکڑوں کا کیا ہوا؟"

"کیا وہ گھر نہیں آتے؟ میں نے تو ان کو ٹھیک سے گھر کا پتہ بتا دیا تھا اور وہ سمجھدار بھی لگتے تھے اور زندہ بھی تھے' وہ چل سکتے تھے۔" جوآن نے سمجھایا۔

ماں کو بے حد غصّہ آیا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں اور واپس باورچی خانے میں چلی گئی اور زور سے دروازہ بند کر لیا۔

جوآن حیران سا اکیلا کھڑا رہ گیا' یہ سوچتا ہوا کہ اس سے کون سی غلطی ہو گئی ہے۔

فلی پین

# یہ سب ٹپ ٹپ سے شروع ہوا

ایک دفعہ ایک شیر طوفان میں گھر گیا۔ کھانے کے واسطے کچھ تلاش کرنے کے لیے وہ کھیتوں میں بھٹکتا رہا اور آخر تھک کر نینی کی جھونپڑی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ نینی ایک بوڑھی عورت تھی جس کو غصہ بہت آتا تھا اور جو گاؤں سے باہر رہتی تھی۔ اس دن وہ بہت غصہ میں تھی کیونکہ اس کی چھت بہت ٹپک رہی تھی۔

'یہ ٹپ ٹپ!' وہ بڑبڑا رہی تھی اور بار بار اپنے ٹین کے صندوق اور چارپائی کو بھیگنے سے بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گھسیٹ رہی تھی! 'کیا اس سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے'؟ اس نے چارپائی کو صندوق سے ٹکرا دیا۔ ایک چھوٹا لکڑی کا صندوق اٹھا کر دیوار سے ٹکرایا تو دیوار ہل گئی۔

شیر نے محسوس کیا کہ دیوار ہل رہی ہے اور پھر نینی کی چیخ سنی "یہ ٹپ ٹپ مجھے مارے ڈالتی ہے!"

شیر حیران اور پریشان تھا "یہ ٹپ ٹپ کیا ہو سکتا ہے؟ اتنی ہولناک آواز پیدا کرتا ہے ضرور یہ کوئی خطرناک جانور ہے۔"

اسی وقت بھولے ناتھ کمہار وہاں سے گذرا جو بہت غصہ میں تھا کیونکہ اس کا گدھا کہیں بھاگ گیا تھا۔ اس نے اچانک دیکھا کہ جھونپڑی کی دیوار سے لگا کوئی جانور بیٹھا ہے "یہ وہاں ہے" وہ چیخا اور دوڑ کر شیر کے کئی لاتیں ماریں۔ پھر اس نے شیر کے کان کھینچے "چل ورنہ میں تیری ہڈیاں توڑ دوں گا!"

شیر واقعی بہت ڈر گیا تھا۔ اس نے سوچا یہ وہی خطرناک ٹپ ٹپ ہو سکتا ہے۔ "غرّاتے بنا" وہ کمہار کے گھر چلا گیا۔ جب وہ بھولے ناتھ کی جھونپڑ کے پاس پہونچ گئے تو کمہار نے اس کو ایک مضبوط رسّی سے جھونپڑی کے باہر ہی باندھ دیا "تم بارش میں باہر ہی رہو" وہ چلایا۔

دوسرے دن جب کمہار کی بیوی اٹھ کر جھونپڑی کے باہر آئی تو وہاں شیر کو بندھا دیکھ کر ڈر گئی۔

بھولے ناتھ بھی دوڑتا ہوا باہر آیا لیکن شیر کو دیکھ کر کچھ فاصلے پر ہی رک گیا اور پھر پیچھے مڑکر بھاگ اٹھا۔ اس کی بیوی بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ انہوں نے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا۔ اور اپنی چارپائی اور صندوق بھی دروازے کے پاس لگا کر رکھ دیے۔ اب تک گاؤں میں دوسرے لوگ بھی جاگ چکے تھے۔ انہوں نے ایک غرّاتے ہوئے شیر کو بھولے ناتھ کی جھونپڑی کے باہر دیکھا تو حیران ہو کر گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بتانے کے لیے بھاگے۔

گھبرایا ہوا شیر آخر رسّی توڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ کچھ دیر بعد بھولے ناتھ نے دروازے کے ایک سوراخ سے جھانکا "شیر چلا گیا!" اس نے آہستہ سے کہا اور سکون کا سانس لیتے ہوئے دروازہ کھولا۔

اس دن بہت سے لوگ بھولے ناتھ سے ملنے آئے۔ بڑھئی نے پوچھا "کیا تم نے واقعی میں شیر کو ٹھوکر ماری تھی؟"

بھولے ناتھ پر اب ڈر کا اثر کم ہو گیا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا: "ٹھوکر مارنے اور پیٹنے کے علاوہ میں نے اس کے کان بھی کھینچے تھے۔"

اس واقعہ کی خبر دور دور تک پھیلی تو بادشاہ نے بھی یہ کہانی سنی۔ بادشاہ نے بھولے ناتھ کو بلایا: "میں نے بہادری کا ایسا واقعہ پہلے کبھی نہیں سنا۔ فوج کے لئے ہمیں تم جیسے ہی لوگ چاہئیں۔ میں تمہیں اپنی فوج کا سالار (جنرل) مقرر کروں گا۔"

ایک شام جب دربار لگا ہوا تھا اور سب ہی لوگ حاضر تھے تو ایک سپاہی چلاتا ہوا آیا "جنگ! ہمسایہ بادشاہ نے جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ اسّی ہزار فوج لے کر ہماری سرحد پر آ گیا ہے۔"

بادشاہ نے بھولے ناتھ کو بلا کر کہا: "اب بہادری دکھانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں تم کو سپہ سالار بناتا ہوں۔"

"میں! میں! اپنی پوری کوشش کروں گا" بھولے ناتھ نے ہکلاتے ہوئے کہا اس کا دل ڈر سے دھک دھک کر رہا تھا۔

اُس رات بھولے ناتھ نے گھبرا کر اپنی بیوی سے کہا "میں تو گھوڑے پر سواری کرنا بھی جانتا۔ میں کروں گا کیا؟"

"گھبراؤ نہیں۔" اس نے کہا "میں گھوڑے کی پیٹھ سے باندھ دوں گی۔ آگے سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

دوسرے دن صبح ہی ایک شاہی نوکر ایک خوب صورت کالے گھوڑے کے ساتھ آیا۔ "یہ بادشاہ سلامت کی سواری کا گھوڑا ہے جسے بادشاہ



نے جنگ میں آپ کی سواری کے لئے بھیجا ہے۔"

ڈرا ہوا بھولے ناتھ اپنی بیوی کے ساتھ گھوڑے تک گیا۔ چار نوکروں نے اٹھا کر اس کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ پھر اس کی بیوی نے اس کو کس کر گھوڑے کے ساتھ باندھ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے رسّی کا ایک سرا گھوڑے کی دُم میں باندھ دیا۔ رسّی سے دُم کا بندھنا گھوڑے کو بُرا لگا۔ وہ ایک دم چراغ پا ہو کر چھلانگیں لگا کر بھاگنے لگا۔ بھولے ناتھ مضبوطی سے اسے پکڑے ہوئے تھا۔

اچانک بھولے ناتھ نے محسوس کیا کہ گھوڑا سیدھا دشمن کے کیمپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ "نہیں، نہیں!" کمہار چلایا۔ اس نے ایک برگد کا پیڑ دیکھا جس کی لمبی لمبی جڑیں لٹک رہی تھیں۔ گھوڑا سرپٹ بھاگتا ہوا اس کے نیچے سے نکلا تو بھولے ناتھ نے جڑوں کو پکڑ لیا اور گھوڑے سے اترنے کی کوشش کی لیکن گھوڑا اتنی تیز بھاگ رہا تھا کہ جڑیں ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گئیں۔

"بچاؤ! بچاؤ!" برگد کی جڑوں کو لہراتے ہوئے کمہار چلایا۔

سرپٹ بھاگتا ہوا گھوڑا سیدھا دشمن کے کیمپ میں پہونچ گیا۔ دشمن فوجیوں نے ایک جنگلی شکل کے آدمی کو دیکھا جو رسیوں سے بندھا تھا اور ایک تیز رفتار کالے گھوڑے پر سوار تھا اور پیڑ کی جڑوں کو لہراتا ہوا چیخ رہا تھا۔

"یہ ہراول دستے کا محافظ ہے" ایک فوجی نے کہا "یہ راکشس ہے!" دوسرے نے اندازہ لگایا۔ "بادشاہ کے پاس راکشسوں کی فوج ہے" تیسرا چلایا "بھاگو!" جو تھا چیخا "بھاگو!" یہ گونج دوسروں نے سنی اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔

بھولے ناتھ کا گھوڑا کیمپ کے بیچ پہونچ گیا۔ رسیاں جن سے وہ بندھا ہوا تھا کھل گئیں اور وہ نیچے گر پڑا۔ اس نے حیران ہو کر خالی کیمپ دیکھا، جہاں چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ پھر آہستہ سے کراہتے ہوئے وہ کھڑا ہوا اور گھوڑے کو واپس گھر لے آیا۔

بادشاہ کی فوج سپہ سالار کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو کر آئی تو دیکھا کہ سپہ سالار تو تھکا ہوا گھر کی طرف جا رہا ہے۔

"دشمن بھاگ گیا" اس نے اپنے فوجیوں سے کہا

سپاہی دیکھنے کے لئے خود خیموں تک گئے۔ خیمے خالی تھے۔ وہ سب شان کے ساتھ شہر میں آئے اور سارا واقعہ بادشاہ کو سنایا۔

"پوری فوج کو اکیلے نے بھگا دیا!" بادشاہ خوشی سے چلایا "کیا آدمی ہے!"

اور آج بھی لوگ اس بہادر کمہار کی کہانی سناتے ہیں جس نے ایک شیر کو پکڑا تھا اور ایک پوری فوج کو اکیلے ہی ہرا دیا تھا۔

بھارت

# پھیلنا اور سکڑنا

استاد نے کلاس میں ایک بچے سے پوچھا:
"پھیلنے اور سکڑنے کا اصول بتاؤ۔"
لڑکے نے کہا: "کوئی چیز جب گرم کی جاتی ہے تو پھیلتی ہے اور ٹھنڈی ہونے پر سکڑ جاتی ہے۔"
"شاید اسی لئے ہماری گرمیوں کی چھٹیاں لمبی اور سردیوں کی چھٹیاں چھوٹی ہوتی ہیں۔" دوسرے بچے نے کہا۔

چین

# کون زیادہ ہوشیار تھا

دو لڑکے کِلے اور پپیا مندر میں رہتے تھے۔ ایک دن کِلے کی ماں اس سے ملنے آئی اور اس کو جیب خرچ کے لئے پانچ بھیت (= روپے) دیے۔ کِلے بہت دیر تک سوچتا رہا کہ وہ ان پیسوں کو کہاں رکھے۔ آخر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے ان روپوں کو ایک جگہ زمین میں دبا دیا اور اس جگہ کی پہچان کے لئے وہاں لکھ کر لگا دیا "یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں پانچ بھیت دبائے گئے ہیں"۔

اس کے بعد کِلے ٹہلنے چلا گیا۔ اتفاق سے پپیا کا وہاں سے گذرنا ہوا تو یہ لکھا دیکھ کر اس کو تعجب ہوا ـــــ اس نے زمین کو کھود کر دیکھا تو اسے بھیت مل گئے۔ اس نے پیسے لے لیے اور کِلے کی تحریر کو مٹا کر اپنی طرف سے لکھ دیا "پپیا نے پیسے نہیں لیے ہیں"۔

کچھ دیر تفریح کرنے کے بعد کِلے کو پیسوں کا خیال آیا تو اس نے واپس آکر زمین کھودی۔ وہاں پیسے نہیں تھے۔ پریشان ہو کر وہ بھاگا ہوا بڑے پجاری کے پاس گیا تو اس نے پوچھا: "کیا تم نے زمین میں پیسے دبا کر وہاں کچھ نشانی بنائی تھی؟" کِلے نے بتایا کہ اس نے وہاں لکھ کر لگا دیا تھا کہ اس نے پانچ بھیت یہاں زمین میں نہیں دبائے ہیں اور اب کسی نے اس کا نوٹس ہٹا کر نیا نوٹس لگا دیا: "پپیا نے پیسے نہیں لیے ہیں"۔

بڑے پجاری کو یہ بات بہت مزے کی لگی۔ اس کو فوراً پتہ چل گیا کہ پیسے کس نے چرائے ہیں۔ اس نے پپیا کو بلایا اور کہا کہ کِلے کو پیسے واپس کر دو اور کہا: "تم صرف چور ہی نہیں ہو بلکہ بے وقوف بھی ہو"۔

تھائی لینڈ

# زمین کی کشش کا اصول

ایک سرائے میں بیٹھے دو بوڑھے دنیا کے سب سے ٹھنڈے مقامات کا ذکر کر رہے تھے جو انہوں نے دیکھے تھے۔

ایک نے کہا: "سب سے ٹھنڈی جگہ جو میں نے دیکھی ہے وہ مونارو میں تھی۔ وہاں ایک دن صبح ہم ایک گودام میں مرمّت کا کام کر رہے تھے۔ کڑاکے کی سردی تھی اور بہت گہری دھند بھی چھائی ہوئی تھی۔ ہم اپنے کام کو ختم کر کے سگریٹ پینے کے لئے اوپر کی پٹڑی پر بیٹھ گئے۔

آپ شاید ہی یقین کریں لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ کُہرے کے اچانک اٹھنے سے ہم لوگ پیچھے گر گئے تھے۔"

"اچھا" دوسرے ساتھی نے کہا: "او میو کی دوسری طرف ہم پر کیا گذری اس بارے میں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ ایک دِن صبح پہاڑ کی طرف میں بھیڑوں کے ایک گلّے کو ہانکتا ہوا جا رہا تھا کہ برف سے ڈھکی پہاڑی سے ایک بھیڑ پھسل گئی اور سرد ہوا میں تیرتی ہوئی نیچے کی طرف چلی گئی۔

"میں نے نیچے کی طرف دیکھا تو یقین نہیں آیا بھیڑ راستے میں ہی جم گئی تھی اور وہ نیچے تک پہونچی ہی نہیں تھی۔"

"ایسا نہ کہو" دوسرے نے کہا: "زمین کی کشش کی وجہ سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

"زمین کی کشش کے اصول جہنّم میں جائیں!" اس کا ساتھی غرّایا: "وہ بھی تو جم گئے تھے۔"

آسٹریلیا

# پہیلیاں

(جوابات صفحہ ۳۸ پر ہیں)

۱- ایک چھوٹا سا عقلمند کاریگر
جو گھر بناتا ہے اینٹوں کے بغیر
اور سفید دیواریں کھڑکیوں کے بغیر
اس گھر کو توڑو تو سب کپڑے بن جائیں

چین

۲- کیا ہے وہ جس کو ہم نگلیں تو زندہ رہیں
جب وہ نگلے تو مر جائیں۔

تھائی لینڈ

۳- پیڑ اتنا نیچا کہ سب چڑھ جائیں
اس کے پاس ایسی تلواریں جو کاٹ نہ پائیں
سینکڑوں ناکیں ہیں مگر سونگھ نہ پائیں
اس کے پاس ایک بلّا ہے جس سے کھیل نہ پائیں

ملیشیا

۴- بڑے لوگ اندر آجائیں
لیکن چھوٹے گھس نہ پائیں

جاپان

۵- اندھیرا ہو جتنا گہرا چمکے وہ اتنا ہی زیادہ
بتاؤ تو بھلا وہ ہے کیا ؟

ری پبلک آف کوریا

۶- جب چھوٹا تھا تو کپڑے پہنتا
جب ہوا بڑا تو رہا ننگا

فلپائن

۷- ایک قطار میں بارہ گاؤں
پر نہیں کوئی میل کا پتھر
چلتے جائیں دو آدمی۔ ایک موٹا ایک دُبلا
دبلا جب بارہویں گاؤں میں پہونچے
تو موٹا ایک میل چلے۔

سری لنکا
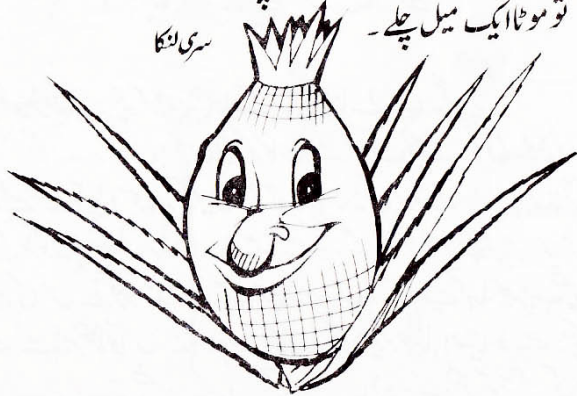
۸- پھول جب کھلتا ہے پہاڑ کی چوٹی پر
پھول جو کھلتا ہے ہمارے سو جانے پر

سری لنکا

۹- وہ کیا ہے جو سوکھے کپڑے اتار کر
گیلے کپڑے پہنتا ہے

ری پبلک آف کوریا

۱۰- وہ سات سمندر کے نیچے پیدا ہوا
اس کا صرف پیٹ ہے سر نہیں ہے
اس کی آنکھیں اوپر ہیں

سری لنکا

۱۱- لیکن نیچے زمین پر رکھا کھانا اس کو دکھائی دیتا ہے
بوکو موا اپنے تکیے کے نیچے مٹھاس کیوں رکھتا ہے

پاپوا نیو گنی

# احتیاط کے ساتھ

"دیکھو، ٹریفک دیکھ کر، احتیاط کے ساتھ، نالے میں نہ گر پڑنا"

"ارے ماں! میں تو دوکان سے صرف ایک روٹی لینے جا رہا ہوں۔ تمہارے کہنے سے تو پڑوسی یہ سمجھیں گے کہ میں سائیکل پر لندن جا رہا ہوں! تم کو معلوم ہے ہمارے محلّے کی سڑکوں پر بہت کم ٹریفک ہوتا ہے اور نالہ بھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں اس میں گر پڑوں"!

شین کی ماں نے فکرمند انداز میں اس سے جانے کے لیے کہا۔ پھر جب شین سائیکل پر دروازے سے باہر نکلا تو اس نے آواز دی "کاروں کو دیکھ کر چلنا! احتیاط سے دیکھ کر!"

سر کو ہلاتے ہوئے، شین جھجے والے گھروں کی قطار سے نکل کر پیچھے کی سڑک پر بائیں طرف مڑا، پھر دائیں مڑ کر محلّے کی بیکری پر گیا۔ مشکل سے ایک منٹ لگا ہوگا اتنے چھوٹے سے راستے پر بھلا اس کو کیا ہو سکتا ہے۔ ماں تو یوں ہی پریشان تھی۔

شین اطمینان سے اپنی سائیکل سڑک پر چھوڑ کر سیڑھیاں چڑھ کر بیکری میں گیا۔ ایک روٹی خریدی اور نان بائی کے لڑکے سے کہا کہ روٹی تو کچھ چھوٹی ہو گئی ہے مگر قیمت میں دس سینٹ بڑھ گئے ہیں۔

جب وہ دُکان سے نکلا تو اتنا غصّہ میں تھا کہ سامنے سے آتی موٹر گاڑی کو بھی نہیں دیکھا، جس میں سے دو لوگ چھلانگ لگا کر باہر نکلے اور اس کو بیکری کے اندر دھکّا دے دیا۔ ایک نے اس کے سر پر بندوق رکھ دی اور غرّا کر کہا "اگر تم چاہتے ہو کہ گولی تمہارے سر میں نہ لگے تو خاموش رہو۔"

**جوابات:** (۱) ریشم کا کپڑا (۲) پانی (۳) انناس (۴) مچھردانی (۵) ایک تارہ (۶) بینگن کا پودا (۷) گھڑی (۸) چاند (۹) کپڑے سکھانے کی الگنی (۱۰) کیکڑا (۱۱) کیونکہ وہ بیٹھے خواب دیکھنا چاہتا ہے۔

دوسرا آدمی بھاگ کر دکان میں گیا اور نان بائی کے لڑکے کے ٹھوڑی کے نیچے خنجر رکھ دیا لڑکا ڈر کے مارے سفید پڑ گیا۔

روٹی کے اس سلائس کی طرح جو وہ کاٹ رہا تھا، اس کے پاؤں لرزنے لگے اور دانت کٹکٹانے لگے۔

"مجھ کو گلّے کی چابیاں دیدو! جلدی کرو ورنہ میں ایک کان سے دوسرے کان تک تمہارا گلا کاٹ دوں گا۔"

بندوق والے آدمی نے شین کو کاؤنٹر کی طرف دھکّا دیا جہاں نان بائی کا لڑکا اپنی جیب سے چابیاں نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اتنی زور سے کانپا کہ چابیاں شین کے پاؤں کے پاس گر پڑیں۔

بندوق والا آدمی جب چابیاں لینے کے لیے جھکا تو شین نے اپنی سانس روک لی۔ کیا اس کو پاؤں مار کر بندوق دور پھینک دینی چاہیے؟ اگر وہ چل گئی تو؟ اگر وہ اتنی تیزی نہیں دکھا سکا تو کیا ہوگا؟ نہیں خطرہ بہت زیادہ تھا۔

"لو! جلدی سے گلّا خالی کر لو" بندوق والا اپنے ساتھی کی طرف چابیاں اچھالتے ہوئے چلایا۔ اس کے ساتھی نے نان بائی کے لڑکے کو شین کی طرف ڈھکیل دیا اور گلّا کھول کر تمام روپیہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

نان بائی کا لڑکا اس کی باہوں میں بے ہوش ہو کر گر پڑا تو شین چونک پڑا اور روٹی بھی اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑی۔ روٹی کے ٹکڑے زمین پر پھیل گئے۔

نان بائی جو ابھی دکان کے پیچھے کے ایک کمرے سے نکلا تھا، اس نے چیخ کر کہا "ارے یہاں کیا ہو رہا ہے یہ دو آدمی کون ہیں؟"

بینگ! جیسے ہی بندوق والے آدمی نے بندوق کی لبلبی دبائی تو بندوق چل گئی۔ گولی شین کے پاؤں کی طرف پڑی، روٹی پر لگی تو وہ ہوا میں اچھل گئی۔ شین اور نان بائی کا لڑکا ڈر کر اچھل پڑے۔ نان بائی ڈر کر اپنے کمرے میں بھاگ گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بندوق والا آدمی اور اس کا دوست دوڑ کر دکان سے نکل آئے اور اچھل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ موٹر گھماتے میں وہ شین کی سائیکل پر چڑھ گئی اور اس کا اگلا پہیّا مڑ گیا۔ وہ دونوں تیزی سے بھاگ گئے۔

جھکے ہوئے اور حیران شین نے موٹر کو سڑک کے موڑ تک دیکھا، پھر وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس نے جھک کر روٹی اٹھائی، مڑا اور بھاگ کر دکان سے باہر نکل آیا۔ وہ ضرورت سے زیادہ ایک منٹ بھی رکنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایسا واقعہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس کی اپنی ماں نے ٹریفک اور نالے کے بارے میں تو بتایا تھا اور یہ کہ وہ سائیکل سے گر نہ جائے لیکن یہ واقعہ تو الگ ہی تھا! وہ اپنی سائیکل کے پاس گیا تو مڑے ہوئے پہیّے کو دیکھ کر چلّا اٹھا۔ موٹر اس کی سائیکل کے اوپر سے گذر گئی تھی۔ اب وہ اپنی ماں سے جا کر کیا کہے گا۔ وہ اس طرح اس کو سائیکل لاتے دیکھ کر گھبرا جائے گی۔

اس کی ماں نہ صرف یہ کہ گھبرا گئی بلکہ پانچ منٹ تک بول نہ پائی۔ پھر جلدی جلدی



بولنے لگی "ارے شین! تم کار سے ٹکرا گئے؟ تم اپنی سائیکل سے گر گئے؟ تم نالے میں گر گئے؟ تم......!"

"ماں.... سنو ماں! مجھے بتانے دو! نہیں.... نہیں... کچھ مت کہو! میں احتیاط سے چل رہا تھا! ٹریفک کو دیکھ کر، میں نالے میں بھی نہیں گرا، میں نے اپنا بہت خیال رکھا.... لیکن میں بیکری میں پھنس گیا!"

اس کی ماں بار بار چلّا رہی تھی "ارے شین، میرے پیارے بیٹے، میرے غریب بیٹے!"

آہستہ سے شین نے روٹی نکالی۔ اس کی ماں نے روٹی پکڑی تو اس کی ایک انگلی روٹی کے بیچ میں بنے چھید میں چلی گئی۔

"یہ کیا ہے؟" وہ حیرت سے چلّائی

شین نے روٹی کی طرف دیکھا اور کہا: "یہ گولی کا نشان ہے! بندوق والے کی بندوق ایک دم چل گئی تھی اور گولی روٹی پر لگی۔"

"یہ گولی کا چھید ہے!"
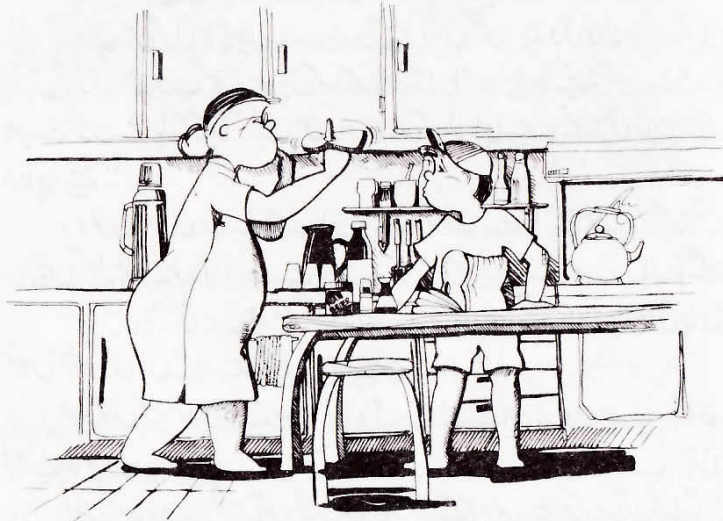
لیکن اس سے پہلے کہ شین پوری بات بتا تا اس کی ماں بے ہوش ہو گئی۔

"ماں.... ماں... تم نے پوری بات نہیں سنی تم...." شین ماں کو بے ہوش دیکھ کر ایک دم خوف سے چلانے لگا "ارے میں' ارے میری! ارے میں کیا کروں" وہ گھبراہٹ میں سوچنے لگا۔

شین نے جلدی سے ماں کے ہاتھ سے روٹی لے کر اس کے سر کے نیچے رکھ دی تاکہ سر آرام سے رہے اور وہ دوڑ کر دادی کے گھر گیا۔ وہ ہی بتائیں گی کہ کیا کرنا چاہیئے۔

شین کو دوڑ کر دروازے سے نکلتے دیکھ کر پڑوسی دوڑتے ہوئے آتے اور پوچھا: "شین کیا ہوا؟"

اس کی ماں کو دہلیز پر ڈھیر ہوتے دیکھ کر دو پڑوسی ڈر کر چلا اٹھے "شین تمہاری ماں کو کیا ہوا؟"

"ارے مسز چین' خانم سلیمہ! براہ مہربانی کچھ دیر کے لیے میری ماں کے پاس بیٹھ جائیے۔ میں اپنی دادی اور خالہ کو بلانے جا رہا ہوں!"

"اچھا بیٹے! ٹھیک ہے.. لیکن ہوا کیا؟.. کیا ہوا؟"

"روٹی میں گولی کا چھید ہے.. بندوق چل گئی تھی! بندوق والا بھاگ گیا! میری سائیکل گاڑی سے دب گئی! مہربانی کر کے ماں کے پاس بیٹھ جائیے۔" گھبراہٹ میں بھاگتے ہوئے شین نے چلا کر کہا "مجھے اپنی دادی ماں کو بلانا چاہیئے! مجھے اپنی خالاؤں کو بلانا چاہیئے۔"

دونوں ہمسایوں نے ایک دوسرے کو خوف سے کانپتے ہوئے دیکھا اتنی ہی دیر میں کھلے ہوتے دروازے سے بہت سے پڑوسی دوڑتے ہوتے وہاں آ گئے۔

مسز چین بڑھتی ہوئی بھیڑ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھیں اور بڑبڑاتی جا رہی تھیں "شین کی ماں کے سر میں گولی کا چھید ہے!"

عورتوں کی اس بھیڑ نے سوچا "بندوق والے نے ان پر گولی چلائی ہے" نقاب ڈالے خانم سلیمہ نے کہا۔

مسز چین رونے لگیں "وہ شین کی سائیکل کے اوپر سے ہو کر بھاگ گیا۔"

مسز بالا نے کہا جو بہت فکر مند لگ رہی تھیں۔ "ہم کیا کریں؟" "پولیس کو بلاؤ!



اسپتال کی گاڑی کو فون کرو! شین کے باپ کو فون کرو" کئی آوازیں ایک ساتھ آئیں۔

"کیا... کیا... کیا ہوا؟ کہاں... کہاں... میں کہاں ہوں؟" شین کی ماں چلائی۔

پڑوسی حیران ہو کر ایک دم پیچھے ہٹ گئے پھر وہ شین کی ماں پر جھک گئے۔

"ہلو نہیں! مسز ہوانگ ہلو نہیں! تمہارے سر میں گولی کا چھید ہے! پلیز! ایسے ہی رہیں مسز ہوانگ۔"

"ہلو نہیں! شین اپنی دادی اور خالاؤں کو بلانے گیا ہے!"

"مسز لِن پولیس کو اطلاع دینے گئی ہیں۔"

"اسپتال کی گاڑی آ رہی ہے۔"

"بہت احتیاط سے۔ آپ کے سر میں گولی کا چھید ہے! ہلو نہیں۔ ایسے ہی رہو۔" پریشان پڑوسی چلاتے

"مجھے پولیس نہیں چاہیئے! مجھ کو اسپتال کی گاڑی کی ضرورت نہیں! گولی کا چھید میرے سر میں نہیں روٹی میں ہے۔" مسز ہوانگ نے چیخ کر کہا اور کھڑے ہونے کی کوشش میں کئی ہاتھوں کو پیچھے ہٹایا جو اس کو لٹاتے رکھنا چاہتے تھے۔

مسز چین' خانم سلیمہ، مسز بالا' مسز لِن اور سب عورتوں نے سوچا' پھر روٹی کو اٹھا کر غور سے دیکھا۔ 'ہاں' اس میں تو گولی کا چھید ہے۔' انہوں نے انگلیوں سے جانچ کر دیکھا وہ واقعی گولی کا چھید تھا!

"لیکن روٹی پر گولی کس نے چلائی"

"روٹی پر گولی کیوں چلائی؟" کئی آوازیں آئیں۔

"معاف کیجئے! معاف کیجئے! ارے ماں.... ما... تم اچھی ہو" دادی ماں گھر میں نہیں تھیں تالا لگا ہوا تھا"

"کیا ہوا شین؟ کیا ہوا؟" ماں نے چیخ کر پوچھا۔

"تم بیٹھ جاؤ ماں تم بیٹھ جاؤ میں بتاؤں گا" شین نے سانس لی۔ شین نے کہانی سنائی تو سب توجہ سے سننے لگے۔ اس کی ماں اور کئی عورتیں بیچ میں بولنے لگیں تو سوال اور جواب سے ایک دم شور مچ گیا۔ آخر پولیس بھی آ گئی اور اسپتال کی گاڑی بھی۔

شین نے اپنی کہانی ایک بار پھر سنائی۔ اس نے پولیس کو روٹی میں گولی کا چھید بھی دکھایا۔ پولیس نے کہانی سنی تو لیکن پھر وہ کسی اور معاملے کی جانچ کے لیے چلے گئے۔ بہت سے لوگ جمع ہو کر روٹی اور سر کی گولی کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور پھر وہ اس بیکری تک گئے جہاں پہلے ہی جانچ پڑتال شروع ہو چکی تھی۔

نان بائی کے لڑکے نے اپنی کہانی بتائی اور نان بائی نے اپنی۔ شین نے ایک بار پھر اپنی کہانی سنائی۔ اس کا ڈر اب ختم ہو چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ ڈاکوؤں سے مقابلے کا یہ واقعہ اس کی چھوٹی سی زندگی میں بہت اہم ہے اور اب تک کی زندگی میں سب سے اچھا بھی۔ چونکا دینے والا ایڈونچر جو وہ اب تک کر سکا ہے!

پولیس کے جانے کے بعد لوگوں نے اس کی کہانی تین بار سنی۔ گولی کے چھید والی روٹی کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ جب سب کچھ معلوم ہو گیا تو سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

شین نے اطمینان کا سانس لیا ایک روٹی اور خریدی اور ماں کے ساتھ گھر چلا گیا۔ اندھیرا ہو رہا تھا اور ڈیڈی رات کے کھانے کے لیے گھر آ رہے ہوں گے۔ ہاں! وہ ڈیڈی سے اپنی کہانی کہہ سکتا ہے اور پھر دادی ماں اور خالائیں بھی کہانی سننا چاہیں گی۔

"کیا تم اب ٹھیک ہو؟ ماں!" شین نے پوچھا۔ ماں نے سر ہلا کر کہا "ہاں!" اور اس کو اپنی باہوں میں بھر لیا شکر ہے کہ وہ خیریت سے ہے۔ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے شین نے ماں کے گال کو چوما اور کہا: "وہ ہمیشہ اس کا شکر گذار رہے گا چونکہ وہ احتیاط کے لیے نہیں کہتیں تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔"

سنگاپور



# خدا کی قدرت ہے

ایک کسان اپنے گدھے کو ہانکتا ہوا تربوز کے ایک کھیت پر پہونچ گیا۔ وہ تھکا ہوا اور پیاسا تھا۔ وہ اخروٹ کے ایک پیڑ کے سائے میں آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا اور بڑے تربوز کی پھیلتی ہوئی بیلوں کو دیکھ کر لطف لینے لگا۔ اوپر نظر گئی تو اس نے دیکھا کہ اس اونچے اور چھتنار درخت کی شاخوں میں کچھ اخروٹ لگے ہیں۔ قدرت کے اس کمال کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ اس کو تعجب ہوا کہ چھوٹا سا اخروٹ تو اتنے اونچے درخت پر پیدا ہوتا ہے جب کہ بڑے بڑے تربوز پتلی اور نازک سی بیل سے لٹکتے ہیں۔ حیران کسان اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اس کے سر پر ایک اخروٹ آ کر لگا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلایا اور شکر ادا کرتے ہوئے کہا: "اے خدائے برتر یہ تیری حکمت ہے کہ تو نے تربوز کو اونچے پیڑوں پر نہیں اُگنے دیا ورنہ اب تک میں مر چکا ہوتا۔"

ایران

# دُعا کی طاقت

بوڑھا جم اپنی 'ٹی فورڈ' گاڑی چلاتا ہوا شہر میں جا رہا تھا اور ابھی اپنی منزل سے کچھ دُور تھا کہ اس کا یہ قدیم رتھ ایک دم رُک گیا اور اس نے ایک انچ بھی سرکنے سے انکار کر دیا۔

جم کود کر باہر نکلا۔ بونٹ کھول کر خرابی جاننے کی کوشش کرنے لگا لیکن کچھ کامیابی نہ ملی تو بہت غصہ آیا اور بچوّں کا یہ کھلونا ایجاد کرنے والے کو برا بھلا کہنے لگا۔ غصہ اپنے عروج پر پہونچ گیا تھا کہ اچانک پیچھے سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی "بڑے میاں کیا پریشانی ہے"۔ جم نے مڑکر دیکھا تو ایک مقامی عہدیدار کھڑا تھا۔ اب اس نے شرمندہ سا ہو کر کہا: "جناب یہ میری پُرانی موٹر اسٹارٹ ہی نہیں ہو رہی ہے"۔

"اچھا" عہدیدار نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا: "بھائی اس کو بُرا بھلا کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم کو خدا سے مدد مانگنے کا خیال آیا؟"

"نہیں"۔ جم نے اعتراف کیا "میں نے اس کے لیے ابھی کوئی دعا نہیں مانگی ہے"۔

"ٹھیک ہے، اب مانگو اور پھر دیکھو کیا ہوتا ہے"۔

بوڑھے جم نے حیران ہو کر دیکھا اور سوچا "میں نے تمام کوششیں کر کے دیکھ لی ہیں۔ اب اس کی بات رکھنے کے لیے مجھکو یہ بھی کر لینا چاہیے"۔

پھر جم نے دعا کے کچھ الفاظ کہے اور پھر ہینڈل کو ابھی آدھا ہی گھمایا تھا کہ گاڑی حرکت میں آگئی۔ بوڑھا جم موٹر کو حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ ابھی وہ اس آدمی کا شکریہ ادا کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے اسے کہتے سنا: "ارے ہم سب اس کی تیز ہوا میں اڑ جائیں گے"۔

— آسٹریلیا

# اطمینان شرط ہے

ایک امیر آدمی نے اپنے نوکر کو کچھ سیب لینے کے لیے ایک باغ میں بھیجا اور اس سے کہا کہ میٹھے سیب ملیں تو لانا ورنہ نہیں۔ باغ کے مالک نے نوکر سے کہا کہ اس کے سب سیب میٹھے ہیں چاہے تو ایک چکھ کر دیکھ لے۔

"ایک سیب چکھنے کے بعد مجھکو کیسے پتہ چلے گا کہ سارے سیب میٹھے ہیں۔ مجھ کو خریدا ہوا ہر ایک سیب چکھ کر دیکھنا چاہیئے۔" اس لیے اس نے جو سیب خریدا اس کو چکھ کر دیکھا۔

مالک نے جب سیب دیکھے تو اس کو بہت غصہ آیا اس نے پوچھا: "ان کو کس نے کاٹا ہے؟"

"جناب آپ نے میٹھے سیب لانے کے لیے کہا تھا اور میں جب تک ہر ایک سیب کو چکھ کر نہ دیکھتا مجھ کو یہ کیسے پتہ چلتا کہ وہ میٹھا ہے کہ نہیں۔" نوکر نے کہا۔

چین

# ایک خط

ایک شخص اپنے گھر سے بہت دور گیا ہوا تھا ایک دن اس نے اپنے گھر والوں کو ایک خط لکھا لیکن اس خط کو شہر لے جانے والا کوئی نہ ملا۔

نا امید ہو کر اس نے خط خود ہی پہنچانے کا ارادہ کیا۔ وہ اپنے شہر اور اپنے گھر جاکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ کسی نے دروازہ کھولا مگر وہ شخص گھر میں داخل نہیں ہوا، بلکہ کہا "میں ٹھہرنے نہیں آیا ہوں۔ میں تو آپ تک بس یہ خط پہنچانے آیا ہوں۔"

ایران

# راجا جس نے بھوسی کھائی

کسی زمانے میں ایک راجا تھا جو عام آدمی کا بھیس بدل کر رات کو اپنی ریاست میں گھومتا تھا تاکہ عوام کا حال چال جان سکے اور یہ بھی جان سکے کہ لوگوں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے۔ وہ اپنے ساتھ کسی قابلِ اعتماد ذاتی نوکر کو ہی لیتا تھا۔ ایک دن راستے میں اس کو کسی ان جانی لیکن مزے دار چیز کی سی خوشبو آئی تو اس نے دیکھنے کے لیے اپنے نوکر کو وہاں بھیجا۔ نوکر نے واپس آکر بتایا کہ یہ بھوسی کی خوشبو ہے جو اس جھونپڑی سے آرہی ہے جہاں ایک عورت دھان سے چاول نکال رہی ہے۔ راجا نے دنیا کے تمام مزے دار کھانے

کھاتے تھے لیکن یہ خوشبو نئی اور پُرکشش تھی۔ وہ بھوسی کو چکھنا چاہتا تھا اس لیے نوکر کو بھیجا کہ تھوڑی سی بھوسی لے آئے۔ نوکر کو بہت افسوس ہوا اس نے راجا کو سمجھایا کہ حضور جو چیز آپ کو اتنی اچھی لگ رہی ہے وہ تو گائے اور سوّر کھاتے ہیں لیکن راجا اپنی ضد پر اڑا رہا۔

بھوسی لائی گئی اور راجا نے مزے لے کر اس کو کھایا۔ اس نے نوکر سے کہا: "اس بارے میں کسی کو بتانا نہیں۔ اگر تم نے کسی کو بتایا تو تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا"۔

اب نوکر بڑی مشکل میں پڑ گیا کیونکہ اس کو کوئی بات پچتی ہی نہ تھی۔ اس راز کو وہ کیسے چھپائے؟ اس وجہ سے اس کا پیٹ پھول گیا۔ وہ اب نہ کچھ کھاتا اور نہ اس کو نیند آتی۔ اس واقعہ کو بھولنے کی اس نے بہت کوشش کی لیکن بھولنے کی وہ جتنی کوشش کرتا اتنا ہی وہ اور بے چین ہو جاتا۔ "اُف! اگر میں کسی ایسی جگہ اس بارے میں کہوں جہاں کوئی نہ سن سکے تو میں کافی ہلکا پھلکا ہو جاؤں گا"۔ اس نے دریا کے کنارے پر کہنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں مچھیرے سن سکتے تھے۔ اس نے

قبرستان کے بارے میں سوچا لیکن وہاں گورکن سن لیں گے۔ کئی دن تک وہ پریشان رہا۔ آخر وہ ایک گھنے جنگل میں گیا جہاں اس نے ایک پیڑ دیکھا جس کا تنا کھوکھلا تھا۔ اس نے سوچا: "اس سے اچھا سننے والا نہیں ملے گا"۔ اس نے اپنا سر کھوکھے میں ڈال کر سرگوشی کی "راجا بھوسی کھاتا ہے! ہمارا راجا بھوسی کھاتا ہے!"

یہ سب کہہ کر اس نے اپنے آپ کو بہت پُرسکون محسوس کیا اور پھر وہ گھر لوٹ آیا۔ اب اس نے عام آدمی کی طرح کھانا اور سونا شروع کر دیا تھا۔

مہینوں گذر گئے۔ بڑا تہوار قریب آرہا تھا۔ محل میں اس کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ ڈھول بجانے والے چاہتے تھے کہ پُرانے ڈھول کی جگہ نیا ڈھول لایا جائے۔ ڈھول بنانے والے سے نیا ڈھول بنانے کے لیے کہا گیا۔ وہ اس کے لیے مناسب لکڑی لانے کے لیے جنگل میں گیا۔ اتفاق سے اس کو وہی پیڑ پسند آیا جس کا تنا کھوکھلا تھا اور جس کے کھوکھے میں نوکر نے اپنا راز کہا تھا۔

پیڑ کاٹ کر ایک خوبصورت نیا ڈھول بنایا گیا۔ راجا نے بھی اس کو دیکھا اور پسند کیا۔ سیکڑوں لوگوں کے سامنے بہت شان سے ڈھول کو اس کے خاص مقام پر رکھا گیا۔ جلسے کے آخر میں ڈھول والوں نے ڈھول بجایا لیکن بوم! بوم! کی آواز کی جگہ ڈھول سے آواز آرہی تھی "راجا بھوسی کھاتا ہے! ہمارا راجا بھوسی کھاتا ہے"۔

راجا کو بہت غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ ڈھول کو دریا میں پھینک دیا جائے اور اسے کبھی نکالا نہ جائے۔

اس کے بعد راجا نے نوکر کو بلا کر پوچھا: "ڈھول کو میرا راز کیسے پتہ چلا۔ صرف تم ہی ایک آدمی ہو جو یہ راز جانتا تھا۔ سچ بتاؤ"۔

نوکر ڈر سے کانپ رہا تھا۔ اس کو اپنا جسم سر کے بغیر نظر آرہا تھا اس نے اقرار کر لیا کہ اس نے یہ راز پیڑ کو بتایا تھا۔

اس کو معاف تو کر دیا گیا لیکن وہ اب شاہی خدمت گاروں میں نہیں رہا کیونکہ راجا کے اور دوسرے راز بھی ہو سکتے ہیں۔

برما



# کبابن اور جادو کی چڑیا

کبابن مغربی جاوا کی لوک کہانیوں کا ایک جانا پہچانا کردار ہے جو خاص طور سے اپنی سُستی کے لیے مشہور ہے۔ وہ ایک منٹ میں سو جاتا ہے۔ اس کی اس عادت سے اس کی بیوی اور ماں باپ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ وہ بہت سادہ، ایماندار اور پُرمذاق انسان ہے اسی وجہ سے سب اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ بہت عقلمند اور حاضر دماغ بھی ہے اور کسی بھی مسئلہ کو حل کر سکتا ہے۔

ایک دن کبابن کرسی پر بیٹھا منصوبے بنا رہا تھا۔ اس نے اس شربت کو جو صبح سے اس کے سامنے رکھا تھا چھوا بھی نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی بیوی حیران تھی۔

اس کی بیوی نے کہا "تم عجیب حرکتیں کر رہے ہو۔ پتہ نہیں کیا سوچ رہے ہو جب دوسروں کی طرح تم کو بھی صبح سے ہی چاول کے کھیت میں کام کرنا چاہیے تھا"۔

ایک لمبی جمائی لیتے ہوئے کبابن نے بےفکری سے کہا "میں مشکل میں ہوں اسی لیے تو میں منصوبہ بندی کر رہا ہوں، اے میری پیاری بیوی!"

"تم کو پریشانی کیا ہے؟ کیا تم غریبی کی وجہ سے پریشان ہو لیکن اس کے تو ہم عادی ہو گئے ہیں"۔ اس کی بیوی نے کہا۔

"میں اپنی غریبی کے بارے میں نہیں سوچ رہا۔ میں تو وان ابوقمر کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ جس سے ہم نے سات ہزار روپے قرض لے رکھے ہیں اور وہ ابھی تک واپس بھی نہیں کیے گئے۔ وان ابو دو بار اپنا روپیہ لینے کے لیے آچکا ہے۔ اس کو آج پھر آنا ہے۔ پچھلی بار اس نے کہا تھا 'اگر تم قرض ادا نہیں کر سکتے تو میں تم پر عدالت میں مقدمہ دایر کر دوں گا'"۔

عدالت کا ذکر سن کر اس کی بیوی بہت ڈر گئی "یہ کیا ہو گیا؟ تم کو عدالت جانا ہو گا۔

ارے! تم کو سزا ہو گئی تو میرا کیا ہوگا؟ تم مجھ کو چھوڑ کر مت جاؤ۔"

"اسی لیے تو اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔"

"لیکن صرف منصوبے بنانے سے تم قرض کیسے ادا کرو گے؟ اس سے بہتر یہ ہوگا کہ تم کہیں جا کر روپے کا انتظام کرو۔"

"لیکن روپیہ میں کہاں سے لاؤں؟ کیا میں تمہارے کنجوس ماں باپ کے پاس جاؤں؟ وہ ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔ اس لیے پہلے مجھ کو سوچنے دو اور مجھ کو پریشان نہ کرو۔ میں قرض واپس کرنے کا کوئی راستہ نکال رہا ہوں۔ تم باورچی خانے میں جاؤ یہاں کھڑے ہو کر مجھ کو پریشان نہ کرو۔"

کبایَن کی بیوی باورچی خانہ واپس چلی گئی اور کبایَن اپنی منصوبہ سازی میں لگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کبایَن ایک دم چیخنے لگا اور بیوی کو تلاش کرتا ہوا باورچی خانے میں پہونچا۔ وہ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہا تھا۔

"بیگم! بیگم! مجھ کو صحیح راستہ مل گیا! ہاں صحیح راستہ! اب تم کو خوش ہونا چاہیے۔ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہم آج ہی قرض ادا کر سکتے ہیں۔" کبایَن نے کہا۔

"تم کیا کرنے جا رہے ہو؟" بیوی نے پوچھا۔

"بس پوچھو نہیں۔ شکر قند کے آٹے کی بہت ساری لیپی بناؤ۔"

"کیا؟ لیپی بناؤں؟"

"ہاں، لیپی جلدی سے بناؤ، وان ابو کے آنے سے پہلے۔"

جب اس کی بیوی ابلتے ہوتے پانی میں شکر قند کے آٹے کو گھول کر لیپی بنا رہی تھی، تو اس دوران کبایَن نے اپنے ایک تکیہ کو اُدھیڑ ڈالا، اور اس میں بھری روئی کو فرش پر پھیلا دیا۔

"لیپی تیار ہے اب اس کا کیا کروں؟" بیوی نے پوچھا

"اس کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرو۔ جب ٹھنڈی ہو جائے تو اس کو میرے جسم پر مل دو اور سر پر بھی" کبایَن نے حکم دیا۔

اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا حالانکہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیپی جب ٹھنڈی ہو گئی تو اس نے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں تک کبایَن کے پورے جسم



پر لیپی مل دی۔ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ نہیں بچا۔ اس کے بعد کبایَن فرش پر پھیلی روئی پر لڑھکنے لگا۔ کبایَن کے سارے جسم پر روئی لگ گئی اور اس کا چہرہ بھی روئی سے ڈھک گیا۔

"بیگم اب میں بکروں کے احاطے میں جا رہا ہوں۔ جب وان ابو اپنے پیسے مانگنے آتے تو اس سے کہہ دینا کہ میں ایک جادو کی چڑیا بیچنے کے لیے بادشاہ سلامت کے پاس گیا ہوں۔" کبایَن نے کہا۔

بیوی نے سر کے اشارے سے ہاں کہا اور کبایَن بکروں کے احاطے میں جا کر چھپ گیا۔

"تھوڑی ہی دیر میں وان ابو اپنے پیسے مانگنے آ گیا۔

"السلام علیکم۔" وان ابو نے کہا

کبایَن کی بیوی نے جواب دیا: "وعلیکم السلام۔"

وان ابو نے پوچھا "کبایَن کہاں ہے؟ میں اپنے پیسے لینے کے لیے آج تیسری بار آیا ہوں۔ یہ آخری بار ہے اگر کبایَن قرض ادا نہیں کر سکتا تو میں اس کو عدالت میں لے جاؤں گا۔"

"وان ابو جی! کبایَن تو آج گھر پر نہیں ہے۔" کبایَن کی بیوی نے کہا

"ہوں! تو وہ گھر پر نہیں ہے لیکن وہ گیا کہاں ہے؟"

"وہ جادو کی ایک چڑیا کے بارے میں بات کرنے کے لیے بادشاہ کے پاس گیا ہے۔"

"کیا کہتی ہو؟ جادو کی چڑیا!"

"ہاں کبایَن کے پاس ایک جادو کی چڑیا ہے جس کو بادشاہ خریدنا چاہتا ہے۔"

نے مسکراتے ہوتے سر ہلایا: "اچھا! اگر یہ بات ہے تو میں بھی اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وان ابو وہ چڑیا ہے کہاں؟"

"وہ اپنے پنجرے میں ہے لیکن تم دیکھنے کی کوشش نہ کرنا کیوں کہ اگر وہ اڑ گئی تو مجھ پر الزام آئے گا۔"

وان ابو کو منع کیا گیا تو اس کا چڑیا دیکھنے کا شوق اور زیادہ ہو گیا۔

"مجھ کو دیکھنے سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ اگر پنجرے کی کھڑکی بند ہے تو چڑیا کے اڑنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آؤ مجھ کو دکھاؤ میں واقعی اس چڑیا کو دیکھنا چاہتا ہوں" وان ابو نے بے تابی سے کہا۔

"نہیں وان! نہیں! کبایَن مجھ پر بہت ناراض ہوگا" لیکن وان ابو قمر اب اور انتظار کرنا نہیں چاہتا تھا وہ باہر آ گیا۔

وہ ادھر ادھر چڑیا کو دیکھنے لگا اور جیسے ہی بکروں کے احاطے کے پاس سے گذرا تو وان ابو ایک عجیب چیز کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ وہ دوڑ کر احاطے کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھولا۔ روئی میں لپٹا کبایَن احاطے سے باہر نکلا اور رفوچکر ہو گیا۔ کبایَن کی بیوی ایک دم زور سے چلانے لگی: ''بچاؤ! بچاؤ! جادو کی چڑیا اڑ گئی۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تم یہ کیسے کر سکتے ہو، وان ابو! میں نے تم کو چڑیا کو دیکھنے سے منع کیا تھا۔ اب دیکھو وہ غائب ہو گئی نا!''



''ارے چلاؤ نہیں! چلاؤ نہیں''۔ وان ابو نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا لیکن وہ چلاتی ہی رہی۔

''ارے، ہم لٹ گئے! اب بادشاہ سلامت ناراض ہو جائیں گے لیکن کوئی بات نہیں میں ان کو بتا دوں گی کہ وان ابو نے اس چڑیا کو اڑا دیا''۔ کبایَن کی بیوی نے کہا جواب بھی بچوں کی طرح چلا رہی تھی۔

وان ابو بادشاہ کا نام سن کر ڈر گیا اس نے کہا مہربانی کر کے بادشاہ کو نہ بتانا کہ میں نے چڑیا کو باہر اڑا دیا ہے۔ ٹھیک ہے میں معافی مانگتا ہوں۔ میں نے چڑیا اڑا کر غلطی کی ہے اور اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے میں سمجھوں گا کہ کبایَن کا قرض ادا ہو چکا ہے۔ لیکن برائے مہربانی بادشاہ کو نہ بتانا کہ میں نے چڑیا کا پنجرہ کھول دیا تھا''۔ ابو قمر نے سمجھایا۔

''نہیں میں بادشاہ کو ضرور بتاؤں گی کیونکہ وہ اس چڑیا کو دس ہزار روپے میں خریدنے کے لیے تیار تھے اور یہ کافی بڑی قیمت ہے''۔ کبایَن کی بیوی نے کہا۔

وان ابو نے جلدی سے کہا ''ٹھیک ہے! ٹھیک ہے! میں تین ہزار روپے اور دے دیتا ہوں۔ کبایَن کے پاس میرے سات ہزار روپے تو ہیں ہی۔ اس طرح دس ہزار روپے ہو جائیں گے۔ اتنی ہی رقم جتنی بادشاہ سلامت جادو کی اس چڑیا کے لیے دینا چاہتے تھے''۔

وان ابو قمر نے کبایَن کی بیوی کو تین ہزار روپے دیے۔ روپے پا کر عورت نے چیخنا چلانا بند کر دیا۔ ابو قمر گھر واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد کبایَن جو قریب کے باغ میں چھپا ہوا تھا، گھر واپس آ گیا۔

بیوی نے خوش ہو کر کبایَن سے کہا: ''ہمارا قرضہ ادا ہو گیا بلکہ ہم کو تین ہزار روپے کا فائدہ ہوا''۔ یہ سن کر کبایَن خوب ہنسا۔

''میں خوش قسمت ہوں کہ مجھ کو اتنی عقلمند بیوی ملی۔ ہم مل کر پوری دنیا کو جیت سکتے ہیں''۔

انڈونیشیا

# شیخ چلّی اور کتّے

شیخ چلّی صرف دو چیزوں سے ڈرتے تھے ایک اپنی بیوی سے اور دوسرے بازار کے کتّوں سے۔ جب وہ گھر میں ہوتے تو بیوی سے بحث نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اُس کا کہنا مانتے تھے اور جب باہر ہوتے تو کتّوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے۔

انہوں نے کہاوت سنی تھی کہ بھونکنے والے کتّے کاٹتے نہیں لیکن ان کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ کتوں کو بھی یہ کہاوت معلوم ہے۔ اس لیے اس بارے میں وہ کبھی خطرہ مول نہیں لیتے تھے۔

گاؤں کے کتّے بھی ان سے بچتے تھے۔ ان کو ایک چھوٹا سا دُبلا پتلا عجیب سا آدمی جس کی ناک پر ایک عینک لٹکی رہتی تھی پسند نہ تھا۔

ایک دن شیخ چلّی کو اپنے چچا سے ملنے کے لیے ایک دوسرے گاؤں جانا پڑا۔ اس گاؤں کے کتوں نے اتنا عجیب و غریب نظر آنے والا آدمی نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے شیخ چلی کو دیکھتے ہی وہ زور زور سے بھونکنے لگے اور جہاں وہ جاتے کتّے ان کے پیچھے پیچھے جاتے۔

جب شیخ چلی کو پتہ چلا کہ کتّے ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ تیز تیز چلنے لگے لیکن وہ جتنا تیز چلتے کتّوں کے بھونکنے کی آواز بھی تیز ہوتی جاتی۔

آخر، ہمت ہار کر، شیخ چلی نے رکنے کا ارادہ کیا اور کسی طرح کتّوں کو بھگا دیا پھر آس پاس کسی ہتھیار کو دیکھنے لگے۔ سڑک کے کنارے ایک اینٹ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتے اور اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے لیکن یہ بہت مضبوطی سے لگی ہوئی تھی۔ پوری طاقت لگانے کے بعد بھی وہ اینٹ کو اکھاڑ نہ پاتے اس لیے ناراض ہو کر وہ گاؤں والوں کو زور زور سے بُرا بھلا کہنے لگے۔

وہاں سے گذرتے ہوئے ایک آدمی نے شیخ چلّی کے پاس آکر ناراض ہونے کی وجہ پوچھی۔

"تمہارا گاؤں عجیب ہے۔" شیخ چلّی نے شکایت کی "تم نے کتوں کو کھلا چھوڑ دیا ہے اور پتھروں کو باندھ کر رکھا ہوا ہے۔"

پاکستان

# بھینس چوہے سے بڑی ہوتی ہے

یہ منڈارن تو اصلی موتی کی طرح ہے اور بے مثال ہے اس کو کبھی کسی نے رشوت لیتے نہیں دیکھا۔ جب وہ نوکری سے فارغ ہوا تب لوگوں نے اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کو ایک تحفہ دینے کی سوچی۔

اس کے پاس سیدھے جانے کی ہمّت نہیں ہوتی تو وہ سب مل کر اس کی بیوی کے پاس گئے اور معلوم کیا کہ منڈارن کو سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے۔

"آپ تحفہ دینا ہی چاہتے ہیں" بیوی نے کہا: "میرے خیال میں کوئی خوبصورت سی چیز مناسب رہے گی۔"

"بہت اچھا خیال ہے!" سب نے کہا "بیگم صاحبہ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ منڈارن صاحب کس سال میں پیدا ہوئے تھے؟"

"چوہے کے سال میں! لیکن کیوں؟"

"ہمارے خیال میں ہم کو انہیں چاندی کا ایک چوہا پیش کرنا چاہیئے' اتنا بڑا کہ واقعی چوہا لگے!"

منڈارن کی بیوی نے تحفہ قبول کر لیا لیکن اس واقعہ کے بارے میں اپنے شوہر کو بتانے کی ہمّت نہ پڑی۔

کچھ برس بعد منڈارن کسی مشکل میں پڑ گئے۔ اس کی بیوی نے اس برے وقت میں اس چاندی کے چوہے کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اسے بیچ دیا۔ منڈارن کو پتہ چلا تو اس نے پوچھا: "یہ چاندی کا چوہا آیا کہاں سے؟" ڈرتے ڈرتے بیوی اس کو ساری کہانی بتائی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب منڈارن کو بہت غصّہ آئے گا۔ لیکن وہ سکون سے مسکرایا اور کہا "میری پیاری بیوی! تم کو بتانا چاہیئے تھا کہ میں بھینس کے سال میں پیدا ہوا تھا جو کسی بھی منڈارن کو زیب دیتا ہے۔"

ویت نام
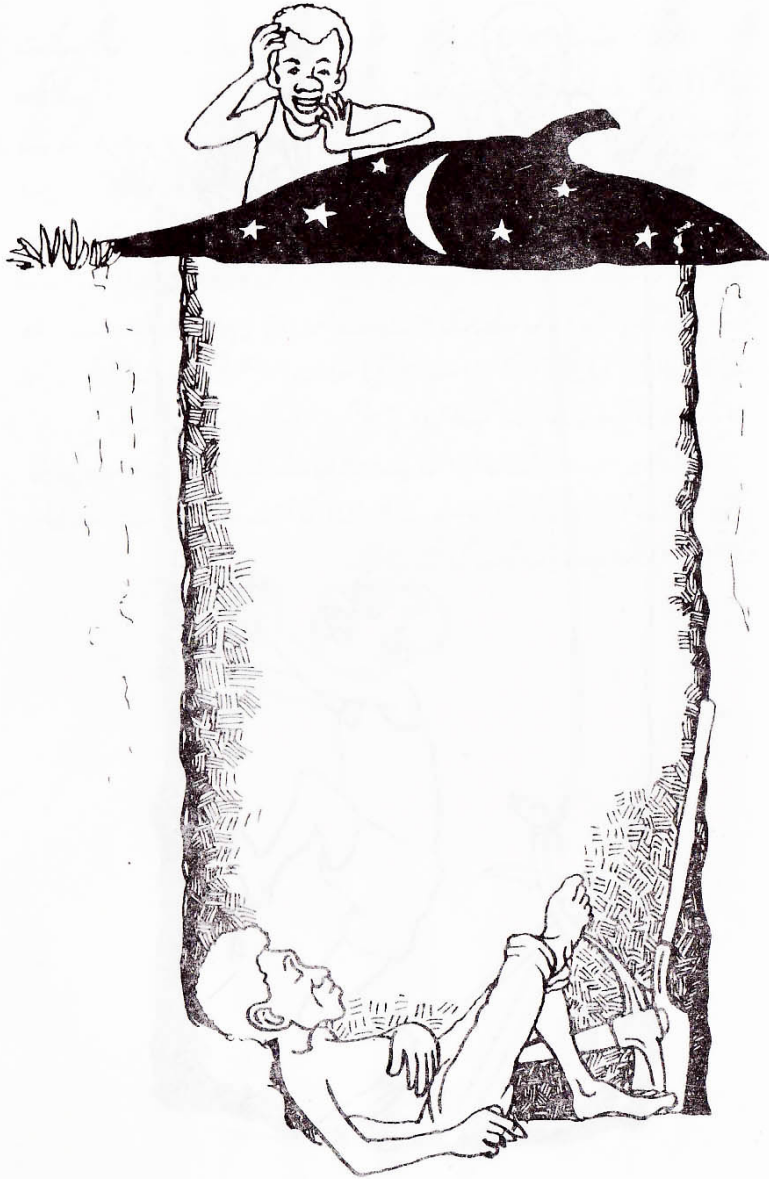
# دو اچھے دوست

بہت دنوں کی بات ہے ایک جگہ دو دوست رہتے تھے۔ حالاں کہ وہ بہت اچھے دوست تھے پھر ایک دوسرے کے ساتھ کبھی کبھی چالبازی بھی کر لیا کرتے تھے۔

ایک بار دونوں نے ایک ایک گڑھا کھودنے کا ارادہ کیا لیکن یہ طے نہیں تھا کہ وہ گڑھا کب اور کہاں کھودیں گے۔

ایک دن ان میں سے ایک نے گڑھا کھودنے کی سوچی اور جھاڑیوں کے پیچھے جا کر کھدائی کرنے لگا۔ اس کو پتہ نہیں تھا کہ اس کا دوست جھاڑی کے پیچھے سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ گڑھا گہرا ہوتا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو دوست جھاڑی سے باہر آگیا اور اس نے سوچا کہ کچھ چال چلی جائے۔ اس کا دوست اب بھی گہرا کھودتا جا رہا تھا اور آخر جب وہ تھک گیا تو آرام کرنے کے لیے رک گیا۔ تب اس نے اوپر کی طرف گڑھے پر ڈھکی ایک پتی کے سوراخوں سے آتی روشنی دیکھی تو وہ سمجھا کہ رات ہو گئی ہے اور آسمان میں چاند اور تارے نکل آتے ہیں۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور سو گیا تب اس کے دوست نے آہستہ سے وہ پتی ہٹا دی۔

دوست نے جب چمکیلی دھوپ دیکھی تو سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ چال چلی گئی ہے۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی اس چال کا جواب دے گا۔

اگلے دن دوسرا دوست گڑھا کھودنے کے لیے جب جھاڑی کے پیچھے گیا تو یہ دوست خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ کچھ دور چل کر وہ دوست ایک صاف سی جگہ دیکھ کر رک گیا اور وہاں گڑھا کھودنے لگا۔ وہ کھودتا ہی گیا اور جب تھک گیا تو آرام کرنے کے لیے رکا اور تھوڑی دیر بعد پھر کھودنے لگا۔ وہ کھودتا ہی گیا جب بہت تھک گیا تو آرام کرنے لگا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اس نے پھر کھودنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اس گہرے گڑھے میں نظر آنا بند ہو گیا۔ اس کے دوست کو وہاں ایک سانپ مل گیا اس نے سانپ کو ایک رسّی سے باندھ کر گڑھے میں لٹکا دیا جس کو دیکھ کر اس کا دوست ڈر گیا اور مدد کے لیے چیخنے لگا کیونکہ وہ خود سے گڑھے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ آخر اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی اس نے گڑھے کو مٹی سے بھرنا شروع کر دیا لیکن اس کے دوست کو یہ پتہ نہیں تھا اس لیے وہ اب بھی سانپ کو ہلاتا رہا اور اس کا دوست گھبراہٹ میں اس گڑھے کو بھرتا رہا جس کو اس نے بڑی محنت سے کھودا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اب گڑھے سے باہر نکل آیا۔ اس بیچ اس کا دوست چلا گیا تھا۔ وہ باہر نکلا تو اس نے رسّی کو دیکھا جس میں وہ سانپ بندھا تھا۔ تب اس کو پتہ چلا کہ اس کے ساتھ چال چلی گئی تھی۔

کیوں کہ یہ سب مذاق ہی تھا اس لیے دونوں نے ایک دوسرے کو سب کچھ بتا دیا تب دونوں کو خیال آیا کہ انہوں نے بے کار ہی اتنی محنت کی اور وقت خراب کیا۔ دو گڑھوں کی جگہ اب وہاں ایک بھی نہیں تھا۔

پاپوا نیو گنی

# اُنگلی کا کھیل

تین لوگ جو شاہی نوکری پانے کے لیے امتحان دینے والے تھے، اس بارے میں پوچھنے کے لیے ایک جیوتشی کے پاس گئے۔ جیوتشی نے ان کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ جب وہ بول چکے تو اس نے ایک انگلی اٹھائی۔

جب سرکاری نوکری کے لیے ہونے والے امتحان کے نتیجے کا اعلان ہوا تو ان میں سے صرف ایک آدمی ہی پاس ہو سکا تھا۔ اس سے وہ جیوتشی بہت مشہور ہو گیا۔

جیوتشی کے ایک نئے شاگرد نے پوچھا کہ اس کی کامیابی کا کیا راز ہے تو جیوتشی نے کہا "میری کامیابی کا راز ہے کچھ نہ بولنا"۔ شاگرد کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

تب جیوتشی نے بتایا: "تم نے مجھ کو ایک انگلی اٹھاتے دیکھا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تینوں میں صرف ایک ہی پاس ہوگا۔ جیسا کہ ہوا بھی اور میری پیشن گوئی ٹھیک نکلی۔ اگر ان میں سے دو لوگ بھی پاس ہوتے تب بھی پیشن گوئی ٹھیک ہوتی کیوں کہ ایک انگلی کا مطلب تھا کہ صرف ایک آدمی فیل ہوگا۔ اور اگر تینوں پاس ہو جاتے تو اس کا مطلب ہوتا کہ تینوں ایک ساتھ پاس ہوں گے اور اگر اس کے الٹا ہوتا کہ تینوں ہی ناکام ہوتے تو مطلب ہوتا کہ تینوں ایک ساتھ ناکام ہوں گے۔"

چین
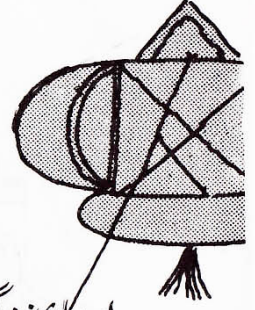
# پہیلیاں (جوابات کے لیے صفحہ ۲۷ دیکھیے)

۱- ساری زندگی وہ خوب محنت کرتی
خوبصورت باغوں میں گھومتی پھرتی
وہ بہت ہی اچھی چیز ہے بناتی
۲- جو ہوتی مزے دار مٹھائیوں سے بھی میٹھی - چین

۳- وہ کیا ہے جو پانی پی کر مر جاتی ہے - ری پبلک آف کوریا
نہ اس کو پکڑ سکیں، نہ باندھ سکیں
۴- لیکن وہ جسم کو تازہ کر جائے - انڈونیشیا
ایک پاؤں کا گورا آدمی - سری لنکا

۵- ایک پھل پیڑ پر، ایک پیڑ پھل پر - سری لنکا

۶- تم اس طرف جاؤ گے، اور میں اس طرف
لیکن ہم جلد ہی کسی البیلے جھروکے میں پھر ملیں گے
جاپان

۷- خالی ہو تو سیدھا رہے
بھرے تو جھک جاتے - انڈونیشیا

۸- اوپر حساب کتاب، اور نیچے جھولے کا کھیل -
جاپان

۹- ننھی سی ایک بچی، جس کا نام لال نگینا
سر پر ایک پیسہ کی ٹوپی اور پہنا لال پاجاما
مونہہ کو جلائے، آنسو لائے
اس کو کوئی بھی ہرا نہ پاتے

بھارت

۱۰- ایک کہانی سنو میرے بیٹے
گلے میں ایک دھاگہ باندھے
وہ بِن پر کے، بن بازو کے اُڑ جاتے

پاکستان

۱۱- جلد چھلکے کے قریب
چھلکا خول کے قریب
خول گودے کے قریب
۱۲- اور گودا پانی کے پاس - فلپین

۱۳- جھینگا مچھلی کی تلاش میں دو لوگ دریا میں کود ے
اور جب دریا سے نکلے
ایک کے بال گیلے تھے اور دوسرے کے نہیں -
لیکن ایسا ہوا کیسے ؟ - پاپوا نیوگنی
ایک صندوق میں سات سوراخ

برما
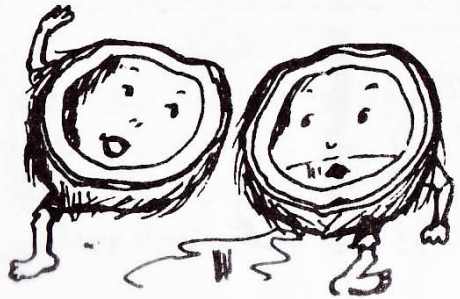
# کیوُن اپوّ کا مفلر

کیوُن سری لنکا کے سنہالی لوگوں میں مقبول مٹھائی ہے جو آٹے اور گڑ سے بنتی ہے اور تیل میں تلی جاتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک آدمی تھا جو دن بھر کیوُن کھاتا رہتا تھا اس لیے سب اس کو کیوُن اپو کہنے لگے تھے۔ گنڈا بھائی کی چائے کی دکان کی شیشے کی الماری میں ہمیشہ ایک پلیٹ میں تازہ تیار کیا ہوا کیوُن رکھا رہتا تھا جو گنڈا کی بیوی تیار کرتی تھی۔ پورے گاؤں میں چائے کی بس یہی ایک دکان تھی، اسی لیے اس کی خوب بکری ہوتی تھی۔ گنڈا بھائی خود ایک برتن میں چائے پکاتا اس میں دودھ اور چینی ڈال کر زوردار آواز کے ساتھ چمچے سے گھلاتا۔ پھر ایک برتن سے دوسرے برتن میں دھار کے ساتھ ڈالتا تاکہ وہ جھاگ دار بن جائے۔ وہ بہت مزے کی چائے بناتا تھا۔

کیوُن اپو ہمیشہ اپنے کندھے پر ایک مفلر ڈالے رہتا بلکہ گاؤں میں عام طور سے سب ہی لوگ کندھے پر مفلر ڈالے رہتے جس کے ایک کونے سے چابیاں بندھی ہوتی تھیں کیوُن اپو کے پاس چابیاں نہیں تھیں اس لیے وہ خالی مفلر ہی ڈالے رہتا تھا۔

جب سے لوگ اس کو کیوُن اپو کہنے لگے تھے وہ بہت گھبرایا ہوا رہتا تھا۔ لیکن اس نے میٹھا اور ملائم کیوُن کھانا کبھی نہیں چھوڑا۔ جتنی بار طبیعت چاہتی وہ کیوُن کھاتا۔ جب وہ کیوُن کھاتا تو منھ کو مفلر کے کونے سے چھپا لیتا۔ اس طرح کیون کھانے کے لیے بھی مفلر بہت ضروری ہو گیا تھا۔

**جوابات :** ۱۔ شہد کی مکھی اور شہد' ۲۔ آگ' ۳۔ پانی' ۴۔ مشروم' ۵۔ انناس' ۶۔ کھڑکی کا پٹ' ۷۔ چاول کا پودا' ۸۔ گھنٹہ' ۹۔ لال مرچ' ۱۰۔ پتنگ' ۱۱۔ ناریل' ۱۲۔ ایک کے سر پر بال نہیں تھے' ۱۳۔ سر

ایک دن کیوُن اپوّ چائے کی دکان میں گیا اور ایک بنچ پر بیٹھ کر کیوُن لانے کے لیے کہا۔ پھر اس نے اپنے کندھے پر مفلر اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر مفلر وہاں نہیں تھا اور وہ مفلر کو منھ کے سامنے رکھے بغیر کیوُن نہیں کھاتا تھا۔ اس نے آس پاس ڈھونڈا۔ دوسری بنچ پر بندو بیٹھا ہوا پلیٹ میں ڈال کر چائے پی رہا تھا۔ قادرہ بیٹھا سگار پی رہا تھا اور ہوا میں دھوئے کے چھلّے اڑا رہا تھا اور رُبّا سب کو سنانے کے لیے زور زور سے پڑھ رہا تھا۔ البتہ سوکاّ مزے لے کر کیوُن کھا رہا تھا۔ کیوُن اپوّ کے منھ میں پانی آنے لگا لیکن منھ کو آڑ میں کیے بغیر وہ کیوُن کیسے کھاتے۔ وہ مفلر کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

'شاید میں گھر پر بھول آیا ہوں"۔ اس نے سوچا 'میں خود سے تو کبھی نہیں بھولا ضرور میری بیوی نے مجھ سے مذاق کیا ہو گا"۔ ایسے ہی خیالوں میں کھویا ہوا وہ گھر پہونچا۔

اس کی بیوی دروازے پر بیٹھی چاول چن رہی تھی۔ کیوُن اپوّ نے غصہ سے کہا "میرے مفلر کے ساتھ اسی وقت نکل جاؤ"۔ بیوی نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرائی اور اپنا کام کرنے لگی۔

اس نے پوچھا "تو تم بھی مذاق کرنے لگی ہو! بولو؟" اور سارے گھر کی چیزیں اس نے ادھر سے اُدھر ہٹا کر خوب ڈھونڈا مگر مفلر نہیں ملا۔ تو وہ شیر کی طرح زور سے دہاڑا اور گھر سے باہر نکل گیا۔ سڑک کے کنارے کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔

کچھ بچے کچّی پکی سڑک پر بیٹھے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے کھیل رہے تھے۔ کیوُن اپوّ ان کے پاس گیا۔

"تھوڑی دیر پہلے جب میں یہاں سے گیا تھا تو تم نے میرا مفلر چرا لیا تھا! چرا لیا تھا نا؟" اس نے پوچھا۔

بچوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ مسکرانے لگے "میرا مفلر واپس کر دو ورنہ میں..." اس نے بچوں کو ڈرایا۔ بچوّں نے ایک دوسرے کے کان میں کچھ کہا پھر وہ ہنسے اور اپنے پتھر اٹھا کر بھاگ گئے۔

کیوُن اپو حیران و پریشان کھڑا تھا۔ اس نے سوچا "میرا مفلر لے کون گیا!" وہ بڑبڑاتا ہوا چائے کی دکان کی طرف جا رہا تھا "یہ عجیب مذاق ہے میں چور کو پکڑ کر رہوں گا"۔ ابھی وہ تین سیڑھیاں ہی چڑھا تھا کہ چلاّنے لگا "یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ سنا تم نے؟ میرا مفلر واپس کرنا ہی ہو گا"۔



اس دوران گنڈا بھائی کی بیوی نے گرم گرم کیوُن کی ایک اور پلیٹ شیشے کی الماری میں رکھ دی تھی۔

گنڈا بھائی نے کہا "بھائی تم کیوُن کھاؤ' سب ٹھیک ہو جائے گا"۔ کیوُن اپو کو بہت غصہ آیا۔

"اوہو! کیا مصیبت ہے... تم میرا مفلر واپس کیوں نہیں دیتے؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں پاگل ہو جاؤں گا!" اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

پھر اس کا منھ صفر (O) کی طرح کھلا اور اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔ اس کا مفلر تو صفائی کے ساتھ اس کے سر پر بندھا ہوا تھا!

سری لنکا

# حاجی بغلول

بہت دنوں کی بات ہے پاکستان میں ایک سیدھا سادہ لیکن موٹا اور بھدّا کسان رہتا تھا۔ اس کا نام حاجی بغلول تھا۔ اس کی داڑھی عجیب سی تھی جس سے وہ بکرے کی طرح لگتا تھا۔ تمام زندگی وہ گاؤں سے کبھی باہر نہیں گیا تھا۔

ایک دفعہ جب وہ پاس کے گاؤں میں گیا تو اس کی خالہ نے اس کو تلی ہوئی کلیجی کھانے کے لیے دی۔ حاجی بغلول کو وہ بہت پسند آئی، کیوں کہ اس سے پہلے اس نے تلی ہوئی کلیجی نہیں کھائی تھی جب اس نے پکانے کے طریقہ کے بارے میں پوچھا تو خالہ نے خوشی ترکیب ایک کاغذ پر لکھ کر اس کو دے دی۔

حاجی بغلول نے اس کاغذ کو احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس نے ایک سیر کلیجی خریدی اور ہاتھ میں لے کر واپس اپنے گاؤں کی طرف آنے لگا۔

چیلوں کو کچا گوشت پسند ہے۔ چیلیں چاہے آسمان پہ اڑ رہی ہوں لیکن وہ زمین پر گوشت تلاش کر لیتی ہیں۔ کسی چیل نے حاجی بغلول کے ہاتھ میں کلیجی دیکھ لی۔ وہ غوطہ مار کر نیچے آئی اور اس سے پہلے کہ حاجی بغلول کو پتہ چلے، چیل اس کے ہاتھ سے کلیجی چھین کر اڑ گئی۔

ایک دم کے حملے سے پہلے تو حاجی بغلول کو افسوس ہوا، لیکن جب چیل کو کلیجی لے کر اڑتے دیکھا تو اس نے زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ زور سے ہنستا دیکھ کر وہ حیران تھے کہ ایسی کیا اچھی بات ہو گئی کہ وہ اتنا ہنس رہے ہیں۔

ایک آدمی نے پوچھا "جناب! آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟" "میں چیل کی بے وقوفی پر ہنس رہا ہوں" اس نے ہنس کر جواب دیا "وہ پاگل کلیجی چھین کر لے گئی لیکن اس کو کھائے گی کیسے؟ اس کے تلنے اور پکانے کی ترکیب تو میری جیب میں ہے" حاجی بغلول بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

پاکستان

# بگلا کاراباؤ پر سواری کیوں کرتا ہے

چاول کے کھیتوں میں ایک چڑیا اکثر نظر آتی ہے جسے 'مویشی بگلا' کہتے ہیں۔ یہ لمبے پاؤں والی ایک سفید چڑیا ہوتی ہے جو ہمیشہ کسی نہ کسی جانور کی پیٹھ پر بیٹھی رہتی ہے خاص طور سے کاراباؤ کی کمر پر۔ اسی لیے یہ 'مویشی بگلا' کے نام سے مشہور ہے۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ کاراباؤ اسے اپنے لمبے سینگوں سے بھگا کیوں نہیں دیتا؟ لیکن عقلمند لوگ جو جانوروں کے بارے میں جانتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ مویشی بگلا کاراباؤ کی پیٹھ پر ان مکھیوں کو پکڑنے کے لیے بیٹھتا ہے جو کاراباؤ کو کاٹتی ہیں۔ مویشی بگلا گھاس میں چھپے کاراباؤ کو ڈرانے والے مینڈکوں اور کیڑے مکوڑوں کو بھی کھاتا ہے۔ کاراباؤ کا کیڑوں سے بچاؤ ہوتا ہے اور بگلے کو کھانا ملتا ہے اسی لیے یہ دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں۔

اس بارے میں ایک پُرانی کہانی مشہور ہے کہ بگلا کاراباؤ کی پیٹھ پر سواری کیوں کرتا ہے۔ وہ کہانی یہ ہے۔

بہت دن پہلے جب دنیا نئی نئی تھی تب بگلے اور کاراباؤ میں جھگڑا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا لیکن تب بھی جھگڑا ختم نہیں ہوا۔ آخر کاراباؤ نے کہا "کیوں نہ ہم جھگڑے کا فیصلہ ایک مقابلہ کے ذریعہ کریں۔ ہم دونوں دریا کے کنارے جا کر پانی پیتے ہیں۔ جو زیادہ پانی پیے گا دوسرا اس کا غلام بن جائے گا۔"

"ہم کو یہ پتہ کیسے چلے گا کہ کس نے زیادہ پانی پیا؟" بگلے نے پوچھا کاراباؤ نے کہا "جو دریا میں پانی کم کر دے وہ ہی زیادہ پانی پیے گا۔"

بگلے نے ایک لمحہ اس بارے میں سوچا پھر کہا: "تمہارا اتنا بڑا پیٹ ہے تمہارے لیے تو یہ مقابلہ جیتنا بہت آسان ہے لیکن پھر بھی میں پانی پینے کے اس مقابلے میں حصہ لوں گا۔"



کاراباؤ نے کہا "تو پھر ہم دریا کی طرف چلیں۔"

"اتنی جلدی نہ کرو۔" بگلے نے جواب دیا "ابھی تو ہمارے پاس جج بھی نہیں ہیں ہم کو کل تک انتظار کرنا چاہیئے۔ تم جنگل کے جانوروں سے کہو کہ وہ آئیں اور اس مقابلے کے جج بنیں۔ میں پرندوں کو دعوت دیتا ہوں۔"

جب دونوں جدا ہوتے تو بگلا اڑ کر دریا کے کنارے بانس کے جھنڈ کے پیچھے جا کر چھپ گیا اور بہت دیر تک دریا کے پانی کو دیکھتا رہا اور پھر قریب کے میدان میں بیٹھی چڑیوں کے پاس گیا اور کہا کہ کل وہ بھی اس مقابلے کو دیکھنے آئیں اور اس کا فیصلہ کریں۔

اگلی صبح جنگل کے سب جانور اور پرندے دریا کے کنارے پر آ گئے۔ کاراباؤ نے جانوروں کو اور بگلے نے پرندوں کو بلایا تھا' ان سب نے دریا کے کنارے ایک لمبی قطار بنا لی اور کہا: "اب پانی پینے کا مقابلہ شروع کیا جائے۔"

کاراباؤ نے کہا: "بگلے پہلے تم پیو۔"

"نہیں پہلے تم پیو" بگلے نے جواب دیا۔

"اگر میں پینا شروع کروں گا تو تمام دریا کا پانی ختم ہو جائے گا اور تمہارے پینے کے لیے کچھ نہیں بچے گا" کاراباؤ نے کہا "تب پھر مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔"

"اس بارے میں اتنا یقین سے نہ کہو" بگلے نے کہا وہ ججوں کی طرف مڑا اور پوچھا "فاضل جج صاحبان' ہم میں سے پہلے کس کو پینا چاہیئے۔ ویسے مقابلے کے لیے پہلے کاراباؤ نے کہا تھا۔"

"اگر ایسا ہے تو پہلے کاراباؤ کو شروع کرنا چاہیئے۔" ججوں نے حکم دیا۔ کاراباؤ نے پانی میں منھ ڈال کر پانی پینا شروع کیا۔ وہ پیتا ہی گیا یہاں تک کہ سب چرند اور پرند سمجھے کہ وہ کبھی پینا ختم نہیں کرے گا۔ بڑے تعجب کی بات یہ تھی کہ جتنا پانی کاراباؤ پیتا اتنا ہی پانی بڑھتا جاتا۔ یہ بات بگلے کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس وقت پانی چڑھاؤ پر تھا۔ اس نے ایک دن پہلے اس بات کو بغور دیکھا تھا سمندر کا پانی دریا کے راستے آ رہا تھا اور اس میں پانی بڑھتا جا رہا تھا۔ کاراباؤ جتنی دیر پانی پیتا رہا' پانی چڑھتا ہی رہا۔

آخر کاراباؤ اس پانی میں تیرنے لگا جہاں وہ مقابلے سے پہلے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر جج ہنسنے لگے۔ کاراباؤ نے پھر پانی سے باہر نکل کر کہا: "اب بگلے کو پانی پینے کا حکم دیا جائے۔"

میں اپنے پروں کو ترتیب دے کر پانی پیوں گا۔" بگلے نے کہا۔ اس نے پروں کو ترتیب دینے میں کافی وقت لگایا لیکن اصل میں وہ چڑھاؤ کے اترنے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب بگلے نے دیکھا کہ لہریں سمندر میں واپس جانے لگی ہیں تو وہ پانی کے کنارے گیا اور کہا: "اب میں اتنا پانی پینے کی کوشش کروں گا، جتنا میں پی سکتا ہوں۔"

اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈبوئی اور ایسا ظاہر کرنے لگا کہ وہ پانی پی رہا ہے۔ تب ہی ججوں نے دیکھا کہ پانی کم ہوتا جا رہا ہے جوار بھاٹا کا راز ان کو معلوم نہیں تھا اس لیے سب نے تعجب سے دیکھا۔ کارا باؤ کو بھی حیرت ہوئی کہ پانی رفتہ رفتہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ جب پورا چڑھاؤ اتر گیا تو پانی بہت کم ہو گیا تب بگلے نے اپنی چونچ اٹھا کر کہا: "اب فاضل جج اپنا فیصلہ سنائیں۔" "بگلا جیت گیا۔" جانوروں نے کہا: "کارا باؤ ہار گیا" چڑیاں بولیں: "کارا باؤ کو بگلے کا غلام بننے دو۔" سب ہی جانوروں اور پرندوں نے ایک ساتھ بگلے کی جیت کا اعلان کیا۔ اور تب سے ہی بگلے کو اپنے غلام کارا باؤ کی پیٹھ پر کھڑا دیکھا جا رہا ہے۔ بگلا جب کارا باؤ کی پیٹھ پر سواری کرتا ہے تو اس کا سر پیچھے اور آنکھیں آدھی بند ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں وہ اس بڑے مقابلے کے بارے میں سوچتا رہتا ہے جس میں اس نے کارا باؤ کو ہرایا تھا۔

فلپین



# کیانی سینٹار کی تین کہانیاں

کیانی سینٹار کے بارے میں یہ بات ہر ایک آدمی جانتا تھا کہ وہ ایک مذہبی اور کراماتی آدمی ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ اس نے اپنی روحانی طاقت سے بہت سے ڈاکوؤں اور چوروں کو اپنے بس میں کر لیا تھا۔ ایک دن ایک چور نے اس کو لمبے سفر کے بعد گھر لوٹتے ہوئے دیکھا۔ اس کی گاڑی میں بہت سی بوریاں، ڈبے اور طرح طرح کے پھل رکھے تھے۔ چور نے سوچا: "اب کیانی بہت امیر ہو گیا ہے ـــــ لمبے سفر کی تھکن سے وہ رات کو بہت گہری نیند سوئے گا۔"

اس رات چور کیانی سینٹار کے گھر پہونچا۔ پہلے دیوار کے پیچھے سے اس نے جھانک کر دیکھا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ گھر میں سب سو رہے ہیں نا! جب اس نے دیکھا کہ کیانی سینٹار اور اس کی بیوی گہری نیند سو رہے ہیں تو وہ کھڑکی کے راستے گھر میں گھسا۔

گھر میں داخل ہو کر وہ سیدھا اس کمرے کی طرف گیا جس میں بوریاں اور ڈبے رکھے دکھائی دے رہے تھے۔ "کیانی کاروبار کر کے واپس آیا ہے۔" چور نے اپنے آپ سے کہا "مجھ کو یقین ہے کہ یہ ڈبے ضرور رقم اور زیورات سے بھرے ہوں گے۔"

وہ سب سے بھاری ڈبا اٹھا کر چلا۔ "اب میں ایک امیر آدمی ہوں" چور نے سوچا "ڈبا اتنا بھاری ہے ضرور اس میں بہت کچھ بھرا ہوگا۔"

گھر آ کر اس نے احتیاط سے ڈبے کو کھولا۔ اندھیرے میں اس کا ہاتھ ڈبے میں گیا تو اس نے ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔ "اوہ! اوہ! مجھے بچاؤ، کوئی مجھے بچاؤ!" اس کو اب یقین آ گیا تھا کہ کیانی سینٹار کے ساتھ واقعی جادوئی طاقت ہے۔

اس کی آواز سن کر سب پڑوسی بیٹریاں، ڈنڈے اور تلواریں لے کر بھاگے آئے۔

کیائی سینٹار بھی آیا۔ اسے پتہ چل گیا کہ اسی چور نے اس کے گھر میں گھس کر چوری کی ہے۔ کیائی سینٹار نے کہا: ”اس آدمی نے ڈبا میرے گھر سے چرایا ہے۔ دیکھو ڈبے پر میرا نام بھی لکھا ہے۔ لیکن بے چارے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ڈبا بہت دنوں سے شہد کی مکھیاں پالنے کے کام آرہا ہے۔“

ایک دفعہ کیائی سینٹار نے بہت اچھی مونچھیں رکھیں۔ایک نوجوان کو یہ مونچھیں بہت پسند آئیں وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اتنی گھنی اور اچھی مونچھیں کیائی سینٹار نے کیسے رکھی ہیں۔

کیائی سینٹار نے جواب دیا ”بیٹے آپ اتنے بڑے نہیں ہیں کہ مونچھیں آئیں لیکن میرے پاس ایک خاص نسخہ ہے۔ سونے سے پہلے ایک چمچہ شہد اور دو پکے ہوتے کھجور لو اور اس کو ہونٹ اور ناک کے بیچ کی کھال پر مل لو جلد ہی اچھی اور گھنی مونچھیں اُگ آئیں گی۔“

نوجوان نے کیائی سینٹار کے کہنے کے مطابق کیا۔ پھر وہ عجیب و غریب خواب دیکھتا ہوا گہری نیند سو گیا۔ صبح کو جب وہ جاگا تو اس کو لگا کہ واقعی اس کے گھنی مونچھیں اُگ آئی ہیں۔ لیکن جب اس نے آئینہ میں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ کیوں کہ وہ مونچھیں نہیں تھیں بلکہ اس کے ہونٹوں پر بہت ساری چیونٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔

ایک دن کیائی سینٹار کو ایک دوست نے ایک گدھا پیش کیا: ”یہ خراب گدھا نہیں ہے تم باہر جاؤ تو اس پر بیٹھ کر جانا۔“ اس کے دوست نے کہا۔ کیائی نے اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا اور اللہ کا شکر بجا لایا۔

گدھے کی بہت محبت سے دیکھ بھال کی۔ لیکن کیائی سینٹار کو یہ جان کر افسوس ہوا کہ گدھا بہت سُست اور آلسی تھا۔ اس کو ایک بے کار گدھے کو پالنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آیا۔

ایک دن وہ گدھے پر بیٹھ کر کہیں جا رہا تھا۔ ایک جاننے والے نے اس کو دیکھا تو پوچھا ”ارے کیائی سینٹار؟ کہاں چلے؟۔ تم تو اتنی گرمی میں تو گھر سے نکلتے نہیں۔“

”میں مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔“ کیائی سینٹار نے جواب دیا۔

”لیکن آج تو جمعرات ہے۔“ اس کے دوست نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں، وہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ گدھا اتنا سُست رفتار ہے کہ تم یقین نہیں کرو گے۔ میں اب چلنا شروع کروں گا تب ہی کل دوپہر تک مسجد پہونچ سکوں گا۔ اس طرح مجھ کو دیر نہیں ہوگی۔“ کیائی سینٹار نے جواب دیا۔

انڈونیشیا

# زگاٹونگ زار

برما کے تمام روایتی کرداروں میں زگاٹونگ زار سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بات چیت کرنے کا اس کا اپنا ڈھنگ ہے اور سب اس کو لفظوں کا جادوگر کہتے ہیں۔ نوجوانی کے زمانے میں وہ شاہی عدالت اور کابینہ کی عمارت 'ہلوتاؤ' میں درباری افسروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ وہ اپنے کنبہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے درباری آداب شاہی منشی 'سیاتے داؤگی' سے سیکھے اور اس نے قاصد کے طور پر بھی کام کیا۔

ایک دن سیاتے داؤگی کی بیوی نے اس کو 'ہلوتاؤ' بھیجا کہ اس کے بناتے ہوئے بسکٹ کھانے کے لیے وہ سیاے داؤگی کو بلالائے۔

وہ شریر آدمی زینے کے اوپر سے ہی کمرے میں اُتر کر جاتے ہوئے چلّاتا رہا "ارے! سیایے داؤگی! بیگم صاحبہ نے آپ کو تازہ بناتے ہوئے بسکٹ کھلانے کے لیے گھر بلایا ہے۔ وہاں جتنے لوگ بیٹھے تھے، سب ہنسنے لگے۔ سیایے داؤگی نوکر کو ایک طرف کونے میں لے گیا تاکہ کوئی اور ان کی بات نہ سن سکے۔ اس نے زگاٹونگ زار کے سر پر زور سے مکّا مارا اور کہا: "تم نے مجھ کو سب افسروں کے سامنے شرمندہ کیا۔ دیکھو! مجھ کو اگر کوئی بات بتانی ہے تو پوری طاقت سے چلانے کی ضرورت نہیں بلکہ یاد رکھو تم کو صرف اشارہ کرنا ہے یا آنکھ جھپکا کر بتانا ہے۔"

اگلے دن پڑوس کے ایک گھر میں آگ لگ گئی۔ گھر کا سامان ہٹاتے ہوئے مالکن نے زگاٹونگ زار سے کہا صرف ہلکی چیزیں ہٹانا۔ ہلکی چیزوں سے اس کا مطلب تھا قیمتی چیزیں لیکن ہمارے دوست، شرارت کرنے والوں کے استاد گھر کے اصلی جوکر زگاٹونگ زار فوراً باورچی کا تھیلا اٹھالائے۔ مالکن نے ان کو آخر سیایے داؤگی کو بلانے کے لیے 'ہلوتاؤ' بھیجا۔



سیاتے داؤگی کسی میٹنگ میں تھے۔ زگاٹونگ زار سیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور آنکھیں جھپکانے لگا۔ کافی دیر بعد جب میٹنگ ختم ہوئی تو سیاے داؤگی زگاٹونگ زار کے پاس آیا اور پوچھا: "تم آنکھیں کیوں جھپکا رہے ہو؟" اور جب پوری بات پتہ چلی تو اس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا وہ بے ساختہ چلا اٹھا: "کیا! ..... کیا!"

"جناب! آپ نے ہی تو کہا تھا کہ بات کہنے کے لیے چیخنے کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف آنکھوں سے اشارہ کرنا ہے۔" بات چیت میں اور وقت نہ لگا کر سیاتے داؤگی اپنے گھر کی طرف دوڑا۔ خوش قسمتی سے وہ ایک معمولی سی آگ تھی جو بہت پہلے ہی بجھا دی گئی تھی۔

تنگ آکر سیاتے داؤگی اور اس کی بیوی نے زگاٹونگ زار کو گھر سے نکال دیا۔

# نشانہ پھر چوک گیا

سب لڑکے سارجنٹ میک کی نگرانی میں نشانے بازی سیکھ رہے تھے۔ لیکن بلو کا نشانہ ہر بار نشان سے بہت دور لگتا تھا۔ سارجنٹ کو غصّہ آیا اور اس نے بلو کو سزا دینے کی دھمکی بھی دی لیکن کوئی فرق نہ پڑا۔ آخر وہ گرج اٹھا۔

"لاٹ صاحب!" وہ دہاڑا "پوری فوج میں سب سے خراب نشانہ آپ کا ہی ہے۔ تم ایک صاف دیوار پر دس فیٹ کی دوری پر نشانہ نہیں لگا سکتے۔" اس کے بعد بہت دیر برداشت کرنے کے بعد اس نے کہا: "تم اس سائبان کے پیچھے کیوں نہیں چلے جاتے اور اپنے آپ کو گولی کیوں نہیں مار لیتے!"

بندوق کو کندھے تک اٹھا کر بلو نے پھرتی سے سیلوٹ کیا اور تیز چال چلتا ہوا سائبان کے پیچھے چلا گیا۔ سارجنٹ بھی کچھ نہ بولا۔

بینگ! گولی چلنے کی آواز نے وہاں سب لوگوں کو چونکا دیا۔

"یا خدا!" سارجنٹ میک بڑبڑایا۔ "اس نے جا کر یہ کر ہی ڈالا! اس نے خود کو گولی مار ہی لی۔"

تھوڑی دیر میں سائبان کی دوسری طرف سے بلو تیزی سے چلتا ہوا سارجنٹ کے پاس آیا اور کھسیانی آواز میں بولا: "سارجنٹ نشانہ پھر چوک گیا!"

آسٹریلیا

# کُرسی

نیپال کی پہاڑی ریاست پر کبھی ایک نیک دِل راجا حکومت کرتا تھا۔ وہ اپنی ریاست کے مسائل کے بارے میں سب ہی اہم لوگوں سے مشورہ کرنا پسند کرتا تھا۔ اس عادت کی وجہ سے وہ بہت مقبول اور کامیاب تھا۔

ایک دفعہ ایسی ہی ایک محفل میں اس کو خیال آیا کہ وہاں اس کے سوا کسی اور کے بیٹھنے کے لیے آرام دہ کرسی نہیں ہے۔ وہ بہت نیک دل تھا اس لیے اس کو اس بات کا بہت احساس ہوا۔ اس نے طے کیا کہ سب لوگوں کے لیے آرام دہ کرسیاں بنوائی جائیں۔

اس نے ریاست میں اعلان کرا دیا کہ جو بھی سب سے زیادہ آرام دہ کرسی کا نمونہ پیش کرے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔

ملک کے سب بڑھئی طرح طرح کی کرسیاں بنانے میں لگ گئے۔ اسٹول، بینچ، کوچ لیکن راجا کو کوئی کرسی پسند نہ آئی۔

آخر ایک جفت ساز (جوتے بنانے والا) نے یہ انعام جیتنے کی سوچی۔ اپنے کارخانے میں بیٹھ کر وہ کسی نئے خیال کے بارے میں سوچنے لگا اور آخر اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آ ہی گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ وہاں بہت آرام سے بیٹھا ہے۔ اتنے آرام سے کہ اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ اس کو یہاں بیٹھے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے سوچتے ہوئے آخر ایسی کُرسی کیوں نہ بنائی جائے جیسی پر وہ بیٹھا تھا۔

جب کُرسی بنالی تو جانچنے کے لیے اس پر بیٹھ کر دیکھا۔ کمر لگانے کے لیے ایک پشت اور ہاتھوں کے لیے دو ہتھے لگا کر واقعی یہ کرسی آرام دہ بن گئی تھی۔ فخر او راطمینان سے اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس طرح کی کُرسی بنانے کا خیال کسی اور کو آ ہی نہیں سکتا۔

ایک جفت ساز نے ایک بڑھئی سے اچھی کُرسی بنائی اِس خبر سے سب حیران ہو جائیں گے۔ اُس نے وہ کرسی اپنے پڑوسیوں کو دکھائی۔ سب نے اسے پسند کیا۔ اب وہ جلد ہی محل جا کر راجا کو وہ کرسی پیش کرنا چاہتا تھا۔

راجا جو اس بارے میں اب تک ناامید ہو چکا تھا، یہ خبر سن کر خوش ہوا کہ کسی نے اس کی مرضی کے مطابق کرسی بنائی ہے۔ اس نے کرسی پسند کی اور اس کے بنانے والے کو انعام بھی دیا اور دربار کے لیے بہت سی کرسیاں بنانے کا آرڈر بھی۔

نئی کرسیاں بن کر آ گئیں تو راجا نے دربار لگایا۔ جب سب درباری آ کر بیٹھ گئے تو راجا نے اُن سے نئی کرسی کے لیے ایک اچھا سا نام تجویز کرنے کو کہا۔

سب لوگ مشورے دینے لگے لیکن ہر ایک کی رائے جدا تھی۔ سب ہی راجا کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ ہر درباری کوشش کر رہا تھا کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس کی تجویز سب سے اچھی ہے۔ جوش بڑھتا جا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ غصہ بھی بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان سب کو راجا کی موجودگی کا بھی خیال نہ رہا اور وہ ایک دوسرے کو براہ راست مخاطب کر کے زور زور سے بحث کرنے لگے۔ بحث اتنی بڑھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک دوسرے پر کرسیاں پھینکی جانے لگیں۔ ایک ایک کر کے ایک کے علاوہ جب سب کرسیاں ٹوٹ گئیں تو سب ہی اس کرسی کی طرف دوڑے اور اس پر بیٹھنے کے لیے اپنا حق جتانے لگے۔

آخر راجا جو خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا، اس نے سب کو دربار سے چلے جانے کا حکم دیا۔

راجا فکرمند تھا اور اس ہنگامے کے لیے وہ خود کو ذمّہ دار سمجھ رہا تھا، جیسے کہ کرسیاں بنانے کا حکم دے کر اس نے ہی یہ مسئلہ پیدا کیا تھا۔ کرسیوں کے بغیر سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ اس نے اپنے وزیر کو بلایا اور اس کی رائے پوچھی۔ وزیر نے کہا: "حضور، آپ سب درباریوں کو کل پھر بلائیں اور کسی کو بھی بیٹھنے کے لیے کرسی نہ دیں۔ وہ سب ٹھیک ہو جائیں گے۔"

اگلے دن راجا نے سب درباریوں کو بلایا لیکن وہاں بیٹھنے کے لیے ایک بھی کرسی نہ تھی۔ وہ سب قالین پر بیٹھ گئے۔ راجا نے پچھلے دن کا واقعہ یاد دلایا اور پھر ان کرسیوں کے لیے جن کو وہ توڑ چکے تھے، کوئی مناسب نام تجویز کرنے کے لیے کہا۔

سب نے گردن جھکا لی اور انکسار کے ساتھ کہا: "حضور جو نام تجویز کریں گے وہ ہم سب کو قبول ہوگا۔"

راجا مسکرایا اور کہا "شکریہ۔ نام اتنا اہم نہیں ہے جتنا آپ لوگوں کا وعدہ کہ کرسیاں دوبارہ نہیں توڑی جائیں گی۔"

درباری اپنے کیے پر شرمندہ تھے۔ سب نے ایک آواز میں کہا: "جی ہاں حضور!"

دربار ختم کر دیا گیا اور نئی کرسیاں بنانے کا حکم بھی جاری کر دیا گیا۔

لیکن کرسی کے لیے جنگ تو شروع ہو چکی تھی۔

نیپال



# بُھٹوا گھوڑا

کسی زمانے میں ایک امیر کاروباری تھا جس کا کاروبار روز بروز پھیلتا جا رہا تھا۔ کاروبار کے لیے دور دراز کے مقامات پر جانا ہوتا تھا جس کے لیے اس نے ایک اچھے اور مضبوط گھوڑے کی ضرورت محسوس کی۔

وہ ایسے کئی بازاروں میں گیا جہاں گھوڑے بکتے تھے لیکن اس کو کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ لوگوں نے مشورہ دیا: "اگر تم واقعی ایک اچھا گھوڑا چاہتے ہو تو پھر بھٹوا گھوڑا لو کیوں کہ وہ ایک دن میں جتنا چلتا ہے عام گھوڑا اتنا ہی فاصلہ سات دنوں میں طے کرتا ہے۔"

کاروباری نے بھٹوا گھوڑا لینے کا ارادہ کر لیا۔ وہ گھوڑوں کے سب سے بڑے بازار میں گیا۔ جب وہ وہاں گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا تو ایک چالباز آدمی نے اندازہ لگا لیا کہ وہ ایک آسان اور اچھا شکار ہے۔ وہ ایک کدو بیچنے والا بن کر اس امیر آدمی کا انتظار کرنے لگا۔ جب کاروباری اس کی دوکان پر آیا تو اس نے پوچھا "جناب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بار بار بازار میں ادھر سے ادھر آ جا رہے ہیں۔ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟"

اس کے نرم لہجے سے متاثر ہو کر کاروباری نے کہا: "دوست میں ایک بھٹوا گھوڑا تلاش کر رہا ہوں کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں ملے گا؟"

"آپ ٹھیک جگہ آ گئے ہیں جناب، اگر آپ کو بھٹوا گھوڑا چاہیے تو اس کے لیے دنیا بھر کی دولت چاہیے۔ جو شاید ممکن نہیں ہے۔ میرے پاس بھٹوا کے انڈے ہیں۔ ایک لے لیجیے۔ جلد ہی اس سے آپ کو ایک خوبصورت اور طاقتور گھوڑے کا بچّہ مل جائے گا۔"

"ایک انڈے کی کیا قیمت ہوگی؟" امیر آدمی نے پوچھا
"جناب آپ کے لیے صرف ایک ہزار ٹکا۔"

امیر آدمی نے ایک ہزار ٹکا دے کر ایک بڑا پیلا کدّو خرید لیا۔ جب وہ چاندی کے سکّے گن رہا تھا تو اس نوجوان چالباز نے کہا: "مہربانی کر کے اس انڈے کو اپنے کندھے پر رکھیں۔ اگر آپ نے اس کو کبھی زمین پر رکھا تو گھوڑے کا بچّہ نکل کر بھاگ جائے گا۔ آپ کا گھوڑا مبارک ثابت ہو جناب!"

کاروباری کندھے پر کدو رکھ کر گاؤں کی طرف چل دیا۔

سورج ڈوب گیا اور اندھیرا ہو گیا لیکن جب تک وہ چل سکتا تھا چلتا رہا اور جب تھکن کے مارے ایک قدم بھی چلنا مشکل ہو گیا تو اس نے کدو کو ایک برگد کے پیڑ کے نیچے رکھ دیا اور اس کے تنے سے کمر لگا کر اپنے منھ اور جسم سے پسینہ پوچھنے لگا۔ پھر آرام کرنے کے لیے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تب ایک لومڑی دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے ایک نئی چیز (کدو) کو دیکھا تو اس پر پنجہ مارا۔ کدو ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا تو لومڑی ڈر کر بھاگی۔ لومڑی کے بھاگنے کی آہٹ اور سوکھے پتّوں کی آواز سے تاجر کی آنکھ کھل گئی۔ کسی جانور کو بھاگتے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور یہ سوچ کر کہ بھاگنے والا وہی گھوڑے کا بچہ ہے جو اس انڈے سے نکلا ہے تو وہ اس کے پیچھے دوڑا۔ اس نے کہا: 'اگر پیدا ہوتے ہی یہ اتنا تیز بھاگ سکتا ہے تو بڑا ہونے پر کیسی چھلانگیں لگائے گا' میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

لومڑی کا کبھی کسی آدمی نے اس طرح پیچھا نہیں کیا تھا۔ وہ پھونس کے ایک ڈھیر میں چھپ گئی تو وہ ڈھیر پر لاٹھی مارنے لگا۔

اتفاق سے اس ڈھیر میں ایک شیر بھی تھا جب اس کو لاٹھی لگی تو وہ باہر نکل کر بھاگنے لگا یہ دیکھ کر اس کو اور بھی تعجب ہوا اس نے سوچا: 'چند منٹوں میں گھوڑے کا بچّہ اتنا بڑا کیسے ہو گیا؟'

اس سودے سے وہ بہت خوش بھی تھا۔ اس کو یقین تھا کہ یہ گھوڑا اس کی سب سے قیمتی چیز ہوگا۔ بس اس کو بھاگ کر پکڑنا ہے۔

آخر شیر تھک گیا تو آہستہ چلنے لگا۔ تب وہ آدمی شیر کو پکڑ کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ اس نے شیر کی کمر تھپ تھپائی اور کہا: "بیٹے اب اور گڑبڑ نہیں۔ اچھے بچے کی طرح جلدی



سے گھر لے چلو۔"

پیٹھ پر آدمی کو بٹھائے شیر دوڑا۔

رات ختم ہوئی اور صبح ہو گئی۔ مشرق کی طرف سے آسمان میں خوب لالی تھی۔ سورج ایک سنہری تھالی کی طرح جگمگا رہا تھا۔ دن کی روشنی میں اس آدمی نے شیر کو دیکھا تو سہم گیا۔ تو وہ ایک شیر پر سواری کر رہا تھا!

لیکن شیر بھاگتا رہا۔ آدمی گھبراہٹ میں اپنی جان بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ کسی طرح کود کر اس نے پیڑ کی ایک شاخ پکڑ لی لیکن شیر کو پتہ نہیں چلا اور وہ دوڑتا ہی رہا۔

کچھ دیر بعد آدمی پیڑ سے گر پڑا اور اس کے پیر میں چوٹ لگ گئی۔ وہاں سے گذرنے والے کسی آدمی نے اس کی مدد کی اور اُسے گھر پہنچا دیا۔

اب اگر کوئی اس کے سامنے لفظ 'بھٹوا' کہتا ہے تو اس کو غصّہ آجاتا ہے کیوں کہ ایک لفظ جو وہ زندگی میں بھولنا چاہتا ہے وہ 'بھٹوا' ہے۔

بنگلہ دیش

# چینی چڑیاں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دُکان دار تھا۔ اس کے پاس کہیں سے چھ چینی چڑیاں آگئیں۔

"مالک کے لیے یہ ایک اچھا تحفہ ہو سکتا ہے۔" دکان دار نے سوچا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کا مالک بہت وہمی ہے اور ہمیشہ شگون کے بارے میں سوچتا ہے۔ اس کو خیال آیا کہ اس کے مالک کو چھ کی گنتی پسند نہیں آئے گی۔ خوش قسمت سات کا عدد بنانے کے لیے اس نے ایک جاپانی چڑیا ان میں شامل کر دی اور چڑیوں کو ایک



خوبصورت پنجرے میں رکھ کر انہیں مالک کو پیش کر دیا۔

اس نایاب تحفہ کو دیکھ کر مالک بہت خوش ہوا اور ہر ایک چڑیا کو غور سے دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد مالک نے کہا: "تعجب ہے، اس میں ایک چڑیا جاپانی ہے۔"

دکان دار کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔ اس نے ڈر کر گردن جھکا لی کہ اچانک ہی جاپانی چڑیا نے اپنی چونچ کھولی اور کہا: "مالک! میں اُن سب کی ترجمان ہوں!"

جاپان

# پہیلیاں (جوابات صفحہ ۱۰۰ پر دیکھیے)

۱- وہ کیا ہے جو دونوں ہاتھوں سے دن بھر اپنا منھ دھوتا ہے؟
جمہوریہ کوریا

۲- میں اس کو دیکھوں لیکن وہ مجھ کو دیکھ نہ پاتے۔ برما

۳- وہ چار حروف کیا ہیں جو چور کو ڈراتیں۔ پاپوآنیوگنی

۴- گورا آدمی کالا ہیٹ۔ سری لنکا

۵- ایک عورت ایسی جو تاج پہنے اور اس کی آنکھیں ہر طرف رہیں۔
فلی پین

۶- دیکھ بھال کے آسمان میں اُڑے
پت جھڑ تک جنوب میں رہے
جب بہار آتے تو شمال میں جاتے۔ چین

۷- چٹان ٹوٹی تو چٹان دکھائی دی
وہ چٹان ٹوٹی تو چاندی دکھائی دی
چاندی کے کنوئیں میں پانی دکھائی دیا۔ سری لنکا

۸- میں کون ہوں؟
میں پہنوں سفید پاجاما پر ناک میری ہے لال
جب تک زندہ رہوں تو گھٹتی جاؤں
بتاؤ تو میں کون ہوں؟
پاپوآنیوگنی

۹- وہ آدمی جو اندر رہے اس کو نہیں جانتا
پر وہ آدمی جو اندر نہ ہو اس کو خوب جانتا ہے
جاپان

۱۰- اس کی تین ناکیں ہیں، اور وہ دس پاؤں پر چلے۔
اس کے چار زبانیں ہیں، جہاں ناکیں آن کر ملیں
سری لنکا

۱۱- گنو تو بہت لگیں،
جب جمع کرو تو ایک ہو جائیں۔
وہ بندر جیسی چھلانگ مارے،
پر دروازہ چڑھ نہ پاتے۔
وہ زندگی دے اور اُس کو بچائے بھی،
کبھی ہم اس سے نفرت کریں اور کبھی پیار جتائیں۔
وہ آسمان سے آتے،
مگر آسمان اس کی جگہ نہیں،
وہ خوش ہو کر شان سے گرے،
تعجب ہے کچھ لوگ اس سے ڈریں۔
اگر ہم فوراً بچ نہ پائیں،
تو سردی میں کپ کپاتیں۔ ملیشیا

۱۲ جب چھو کر دیکھو تو وہاں ہے
آس پاس دیکھیں تو کہیں نہیں۔ انڈونیشیا

۱۳ جب تک کلی ہے تو دل ہے
جب پک جاتے تو کنگھا۔ فلی پین

۱۴ میں ایک نر پرندہ ہوں
سر پر میرے ہے ایک تاج اور میری دُم پر سکّے۔
بھارت

# درازعمر آڑو

ایک دفعہ چین کے شہنشاہ نے انّام کے بادشاہ کو تحفہ میں بڑے بڑے درازعمر آڑو بھیجے۔

تحفہ دربار میں لایا گیا تو درباری ایک دوسرے سے اُس عمدہ پھل کی تعریف کرنے لگے۔ ٹرانگ کو تن بھی وہاں تھا اور وہ بھی ایک عہدیدار تھا۔ وہ آڑوؤں کے پاس گیا اور ایک آڑو اٹھا لیا اور اسے چکھ کر دیکھا۔

"اس بے شرم آدمی کو پکڑ لو اور اس کا سر کاٹ ڈالو"۔ غصہ سے بادشاہ نے حکم دیا۔

درباریوں نے ٹرانگ کو تن کو پکڑ لیا جواب زور زور رو رہا تھا۔

"تم نے اپنے بادشاہ کے کھانے کی چیز کھانے کی ہمّت کی ہے اس کی قیمت تم کو اپنی جان سے چکانی ہوگی۔ بدمعاش کیا تو مرنے سے ڈرتا ہے بزدِل!" بادشاہ چیخا۔

"نہیں حضور" اور زیادہ روتے ہوتے ٹرانگ کو تن نے کہا: "اگر میں رو رہا ہوں تو عالی جاہ آپ کے لیے کیوں کہ آپ جلد ہی مرنے والے ہیں"۔

"تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ پاگل ہوگئے ہو کیا؟ کون کہتا ہے کہ میں زندہ نہیں رہوں گا؟"

"جناب، وجہ یہ آڑو ہیں۔ یہ آڑو! جن کو درازعمر آڑو کہا جا رہا ہے میں بھی ایک کھانا

**جوابات:۔** ۱۔ گھنٹہ، ۲۔ آئینہ، ۳۔ ارے میں نے دیکھ لیا
۴۔ دیاسلائی ۵۔ انناس ۶۔ جنگلی مرغی ۷۔ ناریل ۸۔ موم بتی ۹۔ کفن ۱۰۔ دو بیلوں کا ہل چلاتا ہوا آدمی چوتھی زبان ہل کی ۱۱۔ بارش ۱۲۔ کان ۱۳۔ کیلا ۱۴۔ مور



چاہتا تھا تاکہ میں بھی زیادہ سے زیادہ عمر پاؤں لیکن میں نے ابھی ایک چوتھائی آڑو بھی نہ کھایا تھا کہ بغیر خیر خبر کے موت نے میری گردن دبا لی۔ اس بات سے ہی میں نے سمجھا کہ اگر حضور نے یہ سارے آڑو کھانے کی غلطی کی تو پھر اندازہ لگائیں کہ کیا ہو سکتا ہے۔

"اس گستاخ بدمعاش کو چھوڑ دو!" ٹرانگ کو تن کی حاضر جوابی سے خوش ہوکر بادشاہ نے حکم دیا۔

ویت نام

# شیر اور سوکھی کھجوریں

کسی زمانے میں پہاڑوں سے گھرا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔

گاؤں کے پیچھے پہاڑ پر ایک شیر رہتا تھا۔ وہ جب بھی پہاڑ پر چڑھ کر غرّاتا تو گاؤں کے لوگ ڈر سے کانپنے لگتے تھے۔

سردی کی ایک رات میں جب ہر ایک چیز برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ شیر پہاڑ پر چڑھا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ اس نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

جب وہ گھبرایا ہوا کھانے کے لیے کچھ تلاش کر رہا تھا تو اس نے ایک گھر کی کھڑکی سے دیکھا کہ وہاں ایک چراغ جل رہا ہے۔

ایک دم ایک بچّے نے رونا شروع کر دیا اوں! اوں! اوں! بچّے کے رونے کی آواز مسلسل آتی رہی۔

گھر میں گھسنے سے پہلے ابھی شیر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اس نے عورت کی آواز سنی: "چپ ہو جاؤ، دیکھو لومڑی آ رہی ہے کتنا بڑا منھ ہے اُس کا، ہم کو تو ڈر لگتا ہے۔" لیکن بچّے نے رونا بند نہیں کیا۔ ماں نے پھر کہا "ارے! دیکھو ریچھ آگیا! چپ رہو! ریچھ کھڑکی کے باہر کھڑا ہے۔"

بچّے نے ایک نہ سنی اور روتا رہا۔

گھر کی کھڑکی میں چھپا شیر سوچنے لگا "عجیب بچہ ہے یہ، تعجب ہے! کیسا ہے یہ بچّہ؟ یہ لومڑی سے نہیں ڈرتا اور ریچھ سے بھی نہیں۔"

شیر کو بہت بھوک لگ رہی تھی، شیر کھڑا ہو گیا۔ بچّہ اب بھی رو رہا تھا۔

"ارے! دیکھو دیکھو..." ماں کی آواز آئی! "یہاں شیر آگیا دیکھو وہ وہاں ہے کھڑکی

کے نیچے۔"

لیکن بچّہ اب بھی روتا رہا۔

یہ دیکھ کر شیر کو اتنا افسوس ہوا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور بے ہوش سا ہو گیا۔

"وہ اپنے دل میں کہنے لگا: "کیا اس کو معلوم ہے کہ میں یہاں ہوں!"

تھوڑی دیر سانس لے کر شیر نے پھر کمرے میں جھانک کر دیکھا۔

بچّہ اب بھی رو رہا تھا۔ اسے شیر کا ذرہ برابر بھی ڈر نہیں تھا۔ اس سے پہلے شیر نے کبھی ایسے جاندار کو نہیں دیکھا تھا جو اس سے ڈرتا نہ ہو۔ وہ تو ہمیشہ سے یہ ہی سمجھتا رہا تھا کہ اس کا تو نام لینے سے ہی سب کانپنے لگتے ہیں۔ لیکن اس عجیب بچّے کو ذرا سا بھی ڈر نہ لگا تھا۔ کوئی بھی چیز اور حد یہ ہے کہ شیر بھی اس بچّے کو خوفزدہ نہیں کر سکی تھی۔

اب شیر کو فکر ہو گئی۔ اسی وقت ماں کی آواز پھر آئی "اب چپ ہو جاؤ... دیکھو یہاں سوکھی کھجوریں ہیں!" بچّے نے ایک دم رونا بند کر دیا اور خاموش ہو گیا۔ سانس لینے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ شیر حیران تھا کہ آخر یہ سوکھی کھجوریں کیا بلا ہیں؟ وہ ضرور مجھ سے زیادہ طاقتور اور خطرناک ہوں گی۔ شیر فکرمند ہو گیا اور وہ ڈر بھی محسوس کر رہا تھا۔

تب ہی کوئی بھاری چیز اس کی کمر پر گری۔ یہ سوچ کر کہ وہ خطرناک سوکھی کھجور ہو گی، شیر اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا۔

اس کی کمر پر کودنے والا اصل میں ایک چور تھا جو گھر میں برتن چرانے آیا تھا اور چھت سے کودتے ہوتے اندھیرے میں شیر کو گائے سمجھا تھا۔

چور کو دھوکا ہوا تھا اس لیے جب اس کو پتہ چلا کہ جس کی پیٹھ پر وہ سوار ہے وہ گائے نہیں بلکہ شیر ہے تو اس کو موت نظر آنے لگی۔

اپنی پیٹھ سے کھجور کو گرانے کے لیے شیر گھبراہٹ میں بھاگ رہا تھا لیکن چور شیر کی پیٹھ سے چپکا رہا، کیوں کہ وہ جانتا تھا اگر وہ گر گیا تو شیر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

جان بچانے کے لیے چور شیر کی پیٹھ سے چپکا رہا اور شیر بھاگتا رہا۔ آخر صبح ہوگئی خوش قسمتی سے چور کو پیڑ کی ایک شاخ جھکی ہوئی نظر آئی۔ اس کو پکڑ کر وہ پیڑ پر چڑھ گیا اور شاخوں میں چھپ گیا۔ اس کو بہت اطمینان ہوا کہ آخر وہ شیر سے بچ نکلا۔

شیر کو بھی اطمینان ہوا "اللہ کا شکر ہے" اس نے کہا "کہ اس نے میری زندگی بچالی۔ سوکھی کھجور تو واقعی بہت خطرناک مخلوق ہے۔"

پھر وہ پہاڑوں میں بنے اپنے محفوظ کچھار میں چلا گیا۔

جمہوریہ کوریا



# اُس کی نس کی لمبائی

ملن سابر کے دانت میں ہر وقت درد رہتا تھا۔ اس نے بازار میں ملنے والی ہر دوا کھا کر دیکھی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دو دن بعد درد دوبارہ شروع ہو جاتا۔ کئی بار اس نے گاؤں کے حکیم سے بھی دوا لی لیکن کسی بھی دوا سے دانت کا درد ٹھیک نہ ہوا۔

اس کو غصہ آ گیا "اس زمانے میں زندگی گزارنا کتنا مشکل کام ہے، اب تو دوا بھی اپنا اثر نہیں رکھتی۔"

"دانتوں کے کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ، ایک منٹ میں ٹھیک ہو جاؤ گے" ایک ریٹائرڈ ماسٹر نے اس سے کہا۔

"جناب مجھ کو اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں، ڈاکٹر کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہو رہی کیوں کہ وہ اس دانت کو نکال دے گا یا کوئی سوئی چبھوئے گا یا کچھ کاٹ پیٹ کرے گا اور اگر کاٹنے میں غلطی ہوگئی تو اور بھی تکلیف ہوگی۔ وہ مجھ کو اپاہج بھی کر سکتا ہے۔ ملن سابر نے جواب دیا۔

ایک دن دانت میں درد بہت بڑھ گیا

"مجھ کو دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس جانا ہی چاہیے، چاہے میں مر ہی جاؤں" ملن سابر نے کہا اور درد والے دانت کی طرف منھ پر ہاتھ رکھے ہوئے وہ اسپتال کی طرف چلا۔

"آداب حضور! جناب میرے دانت کے لیے کچھ کیجیے" وہاں جا کر اس نے دانتوں کے ڈاکٹر سے کہا۔

ملن سابر درد سے کراہتے ہوئے خاموشی سے ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔

دوسرے کمرے میں ڈاکٹر جس مریض کا علاج کر رہا تھا اس کی چیخ سن کر ملن سابر ڈرنے اور کانپنے لگا۔ وہ ابھی اسپتال سے واپس جانے کی سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور ڈاکٹر نے اس کو اندر بلا لیا۔

ملن سابر کا دل زور سے دھڑکنے لگا اور ڈر سے بدن کانپنے لگا۔ اب وہ یہاں آکر پچھتا رہا تھا۔

"وہاں بیٹھ جاؤ" کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا اور اپنے اوزار اٹھانے لگا۔ چمکتے ہوئے اوزار دیکھ کر سابر ڈر سے اور بھی کانپنے لگا۔

ہاتھ میں ایک اوزار لیے ڈاکٹر اس کی طرف بڑھا "ٹھیک ہے مہربانی کر کے اپنا منھ پورا کھول لیے۔" اس نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب اس کو نکالیے نہیں مجھ پر رحم کیجیے۔" ملن سابر نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے! تو پھر مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟" ڈاکٹر نے غصہ میں کہا

"ڈاکٹر صاحب اس کے لیے کچھ اور کیجیے۔"

"سنو، فوراً اپنا منھ کھولو۔" ڈاکٹر نے حکم دیا۔

ملن سابر نے ان سنی کر دی اور منھ اور زور سے بند کر لیا ایسا لگتا تھا کہ ڈاکٹر اور انتظار کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک دم اس نے ملن سابر کا جبڑا پکڑا اور منھ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن ملن سابر اب بھی اپنا منھ پوری طرح سے کھولنے کو تیار نہ تھا۔ اس لیے ڈاکٹر نے نرس کو ڈچ زبان میں کچھ ہدایت دی۔

نرس نے ایک پن ملن سابر کی کمر میں چبھو دی۔

"آہ!" ملن سابر منھ کھول کر چلایا

ڈاکٹر نے اوزار منھ میں ڈال کر ایک ہی جھٹکے سے درد کرنے والا دانت نکال دیا۔

ضروری دوائیں لگا کر ڈاکٹر نے ہنس کر کہا: "اب تم گھر جا سکتے ہو۔"

"ملن سابر تم کہاں تھے؟" راستے میں کسی نے پوچھا

"اسپتال! دانت نکلوانے۔"



"کیا اس سے تکلیف ہوئی۔"

"کیوں؟ کیا تکلیف نہ ہوتی! میں تو مر ہی گیا۔ پن اتنی لمبی تھی کہ وہ یہاں تک پہونچ گئی۔" اس نے اپنی کمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انڈونیشیا

# ایراوڈی کو پار کرنا

برما کے آخری بادشاہوں میں ایک بوداؤپایا بھی تھا۔ اس کی فوج بہت بڑی تھی اور وہ بہت طاقتور بادشاہ تھا۔ اس نے کئی جنگیں لڑی اور جیتی تھیں۔ اس کے زمانے میں برما ایک بڑا اور طاقتور ملک بن گیا تھا۔

کامیابی کی ایک وجہ اس کی شخصیت تھی۔ وہ جنگ جو ہونے کے علاوہ بہت عقلمند اور نیک دِل انسان بھی تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں بڑے بڑے پگوڈے بنوائے اور بھکشوؤں کی خدمت کی۔

وہ اپنے بچپن کے دوستوں کو کبھی نہیں بھولا تھا۔ ان میں سے ایک یو پاؤیو تھا۔ دونوں نے بچپن میں ایک ہی بھکشو سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ وہ ایک ساتھ پلے بڑھے اور وقت گذرنے پر بھی ان کی دوستی پکی رہی۔

ایک دن بادشاہ بوداؤپایا اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ ایراوڈی دریا کے کنارے سیر کرنے گیا جو برما کا سب سے بڑا دریا ہے۔ برما کے لوگ اس کو ماں ایراوڈی بھی کہتے ہیں۔ بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جس جگہ سیر کر رہے تھے وہاں دریا بہت چوڑا تھا۔

دِن گذر گیا بادشاہ تھک گیا۔ اب وہ دور دریا کے اُس پار دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے حاضر جواب وزیر یو پاؤیو سے مذاق کرنے کی سوچی۔ بادشاہ بوداؤپایا عقلمند اور بہادر تھا اور یو پاؤیو بہت حاضر جواب۔

"پاؤیو! کیا تم اس دریا کو تیر کر پار کر سکتے ہو؟"

فوراً جواب ملا: "جی جناب!"



"واہ وا... پاؤ میں جانتا ہوں کہ تم ہمیشہ مجھ کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہارے لطیفے سن کر خوش بھی ہوتا ہوں۔ لیکن یہ مذاق کی بات نہیں ہے چلو جانے دو۔"

"لیکن حضور میں واقعی دریا پار کر سکتا ہوں۔"

پاؤیو بار بار یہی کہتا رہا۔ اس کی بات سن کر بادشاہ مسکرایا۔

"ٹھیک ہے تم کہتے ہو کہ تم دریا پار کر سکتے ہو تو پھر ابھی پار کرو۔ پاؤیو!"

حکم پا کر پاؤیو نے اپنی لنگی کے کنارے موڑ لیے۔ اور اس کا سرا پیچھے کی طرف کمر میں بندھی لنگی میں اڑس لیا۔ وہ ایک بڑے کارنامے کے لیے اب تیار تھا۔ بادشاہ مسکراتے ہوئے اس کو دیکھتا رہا۔

وزیر پاؤیو ریت پر بھاگ رہا تھا اور ادھر ادھر دیکھتا بھی جاتا تھا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ

نے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

اس نے کہا: "جنابِ عالی! میں ایک کشتی کی تلاش میں ہوں"۔

"واہ پاڈیو! کشتی سے تو ایک عام آدمی بھی دریا پار کر سکتا ہے"۔

پاڈیو نے جھک کر ریت پر سجدہ کیا۔ پھر اس نے بادشاہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا:

"حضور! آخر میں بھی تو ایک عام آدمی ہی ہوں"۔

برما



# وہ آدمی جس نے چاند کو بچایا

ایک نیک دِل انسان نے کنویں میں جھک کر دیکھا تو پانی میں چاند کی پرچھائیں نظر آئی۔

"ارے! میرے خدا! چاند کنویں میں گر پڑا"۔ اس نے افسوس کے ساتھ کہا اور وہ رسّی لانے کے لیے دوڑا جس کے ایک سرے پر ایک ہُک بندھا ہوا تھا۔ رسّی کو مضبوطی سے پکڑ کر اس نے ہُک کو کنویں میں لٹکا دیا۔ ہُک کنویں کی تلی تک پہونچ گیا اور ایک پتھر میں اٹک گیا یہ سوچ کر کہ وہ چاند ہے۔ آدمی نے رسّی کو اتنی طاقت سے کھینچا کہ وہ ٹوٹ گئی۔ آدمی زور سے پیٹھ کے بل گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کو جب ہوش آیا تو اسے سب سے پہلے چاند ہی نظر آیا۔

وہ آدمی درد سے بے چین ہو رہا تھا لیکن پھر بھی اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: "میں نے اپنی کمر تو توڑ لی لیکن خدا کا شکر ہے کہ چاند بچ گیا"۔

ایران

# نیڈ کی کہانیاں

نیو ساؤتھ ویلز کے شمال مغربی علاقے میں نیڈ کراوِن نامی ایک کام چور آدمی تھا جو گنیڈاہ کے زنگیری قصبے میں ایک آرا مشین پرملازم تھا۔ اس آرا مشین کا مالک بہت خود پسند آدمی تھا۔ اس نے اپنے مینیجر کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر روز کام شروع کرنے کی اطلاع ایک گھنٹی بجا کر دیا کرے۔

ایک صبح نیڈ کراوِن کام شروع ہونے سے ہی کارخانے میں آگیا اور اس نے اس رسّی پر جس میں گھنٹی لٹکی تھی سنہری شیرہ لگادیا مینیجر نے جب رسّی کو ہاتھ لگایا تو اس کے ہاتھوں میں شیرہ چپک گیا۔

مینیجر نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور بھاگا ہوا نیڈ کے پاس گیا۔

"کراوِن!" وہ چلایا "اس شرارت میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب!" نیڈ نے کہا "لیکن ایسا لگتا ہے جیسے اس میں آپ کے دونوں ہاتھ ہیں"

ایک بار نیڈ کو تار کا ایک دروازہ بنانے کا کام سونپا گیا۔ مالک جب رات کو واپس آیا تو اس کو تار کا دروازہ نظر نہیں آیا۔ وہ غصّہ میں تیزی سے نیڈ کی جھونپڑی کی طرف گیا۔

"وہ دروازہ کہاں ہے جو تم سے لگانے کے لیے کہا گیا تھا۔" اس نے سخت آواز میں پوچھا۔

"جی وہ دروازہ" نیڈ نے جواب دیا "میں اس کو ٹھیک طرح سے لٹکا نہیں سکا تھا اس لیے میں نے اس کو ڈیم پر لے جا کر پانی میں ڈال دیا۔"

ایک اور کہانی نیڈ کے بارے میں یہ ہے: بیکیٹیو اسٹیشن کے مینیجر نے ایک بار نیڈ کو سمندر کے کنارے خرگوشوں کا شکار کرنے کے لیے بھیجا۔

بعد میں جب مینیجر وہاں گیا تو اس نے دیکھا کہ نیڈ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھا پائپ پی رہا ہے۔

"ہم نے تم کو تفریح کرنے کے لیے یہاں نہیں بلایا ہے۔" مالک نے کہا "خرگوشوں کے لیے تم کیا کر رہے ہو؟"

"خرگوشوں کا شکار کرنا اپنا وقت خراب کرنا ہے" بےفکرے نیڈ نے کہا "وہ تو خود ہی پکڑنے آجائیں گے۔"

آسٹریلیا

# حیرت انگیز پودا

ایک چالاک تھکا ہوا آدمی جو دو دن سے بھوکا تھا' ایک گاؤں میں پہونچا تو اس کو ایک چال سوجھی۔

اس نے گاؤں کے کئی لوگوں کے کان میں کہا" میں ایک حیرت انگیز پودے سے واقف ہوں' جو مرتے آدمی کو بھی زندہ کرسکتا ہے۔ اور اگر کوئی چاہے تو میں اس کو اپنا راز

بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

یہ سُن کر ایک امیر آدمی نے اس کو اپنے گھر میں بطور مہمان بلایا اور بہت اچھا کھانا کھلایا۔

جب وہ کھانا کھا چکا تو اس امیر آدمی نے باتوں باتوں میں اس عجیب پودے کے بارے میں بتلانے کا وعدہ یاد دلایا۔

"میرے ساتھ آیئے"۔ چالاک آدمی نے کہا"وہ پودا تو پاس پڑوس میں ہی لگا ہوا ہے"۔

چھپتے چھپاتے وہ دونوں گھر سے نکلے اور جب گاؤں سے دور آگئے تو وہ دھوکے باز آدمی رُک گیا اور دھان کے کھیت کی طرف اشارہ کرنے لگا۔

"یہاں اُگتے ہیں وہ حیرت انگیز پودے"۔ اس نے کہا

"کیا؛ چاول؟.. تم مذاق تو نہیں کر رہے ہو"

"ہرگز نہیں... ان چاولوں کے بغیر جو میں نے ابھی آپ کے گھر کھائے ہیں' میں اب تک مر چکا ہوتا"۔

یہ کہہ کر وہ چال باز بھاگ لیا۔

ویت نام

# سات عقلمند جولاہے

بہت دنوں کی بات ہے کسی گاؤں میں سات عقلمند جولاہے یعنی بُن کر رہتے تھے۔ برادری میں ان کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھا جاتا تھا۔ لوگ جب کسی مشکل میں پڑ جاتے تو مشورے کے لیے اُن کے پاس آتے۔ آس پاس کے گاؤں والے بھی ان کو جانتے تھے اور انہیں عقلمند مانتے تھے۔

ان کا سردار سب سے زیادہ عقلمند تھا۔ اس کا باپ بھی بُن کروں کا سردار ہوا کرتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو اچھی تعلیم کے لیے شہر بھیجا تھا تاکہ اس کے بعد اس کا بیٹا ایک کامیاب سردار بنے۔

شہر جاتے ہوئے نوجوان بُن کر ایک بازار میں پہونچا جہاں اس نے کسی گول سی چھوٹی چیز کا ایک ڈھیر دیکھا جو ہر آدمی خرید رہا تھا۔ اس کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ہے اور اس نے گذرتے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا: ”بھائی یہ کیا چیز ہے جسے ہر آدمی خرید رہا ہے؟“

اس آدمی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ ایک کم عقل دیہاتی سے بات کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا: ”یہ آلو ہیں۔“

نوجوان بُن کر بہت خوش ہوا کہ اس نے آج ایک نئی چیز سیکھی۔

جب اور آگے چلا اور شہر کے قریب پہونچا تو اس کو چھوٹی بڑی الگ الگ رنگ کی بہت سی چیزیں نظر آئیں۔ اس نے بہت سے لوگوں کو ان میں اندر جاتے اور باہر آتے دیکھا تب نوجوان جولاہے نے ایک آدمی سے پوچھا ”بھائی یہ کیا ہیں؟“ اس نے جواب دیا: ”یہ عمارتیں ہیں اور احمق لوگ ان میں رہتے ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اب جولاہا بہت خوش تھا کہ اس نے ایسے گھر دیکھے ہیں جو اس کے گاؤں کی طرح لکڑی،



بانس اور جوٹ سے نہیں بنتے۔

وہ اتنی نئی باتیں سیکھ کر بہت خوش تھا۔ لیکن اس کو فکر تھی کہ اس کی نئی معلومات اس کی ناک اور کانوں کے ذریعہ باہر نہ نکل جائے‘ اس لیے اس نے ناک اور کانوں میں روئی لگالی۔

نوجوان جولاہا جب گھر واپس آیا تو اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد وہ قبیلے کا سردار بنا‘ کیوں کہ اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لیے شہر میں تعلیم پانے والے جولاہے سے زیادہ لائق اور کوئی برادری میں نہ تھا۔

ایک دن گاؤں سے ایک ہاتھی گذرا۔ گاؤں کے لوگوں نے ایسا عجیب جانور پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ سردار کو بلایا گیا تو اس نے پہلے اس جانور کو غور سے دیکھا۔ پھر شہر میں دیکھی ہوئی عجیب چیزوں کے نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کو ٹھیک یاد نہیں آرہا تھا لیکن اس دیو پیکر جانور کے بارے میں جان لینے کے لیے لوگ بے چین تھے۔

آخر سردار نے جان کار لہجے میں کہا: ”یہ یا تو آلو ہے یا پھر عمارت!“ جواب سن کر لوگ اس سے بہت متاثر ہوئے۔

اس طرح سردار اپنے لوگوں کی مشکلات حل کرتا رہا لیکن پھر اس کو روزی کمانے کا خیال آیا تو دوسروں کی طرح اس نے بھی گھر چھوڑ دیا۔

وہ اپنی زمین پر کھیتی کرنا نہیں چاہتا تھا کیوں کہ اس کے خیال میں یہ کام سردار ہونے کی وجہ سے اس کے لیے باعزت نہیں تھا۔ اس نے کاروبار شروع کرنے کی سوچی۔ اس نے چھ عقلمند لوگوں کو اپنا ساجھی بنایا۔ ان میں سے ایک ذرا کم عقل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن مجبوری یہ تھی کہ اس کے علاوہ اور کوئی ایسا نہ تھا جس کو وہ شریک بناتا۔

ساتوں عقلمند دوست بن گئے۔ وہ سب ایک ساتھ ہی دکھائی دیتے۔ وہ سب ناچ گانے کے شوقین تھے اور سیر و تفریح کے لیے وہ دور دور تک جاتے۔ ایک دن وہ پچاس میل دور ایک گاؤں میں ناچ گانے کی ایک محفل میں شامل ہونے گئے۔ ان کو بہت مزہ آیا!

جب وہ گھر واپس ہونے لگے تو بہت سویرا تھا اور جاڑے کی چاندنی اب بھی کھلی ہوئی تھی۔ ہنستے گاتے جب وہ ایک کھلے میدان میں پہونچے جہاں پہلے کبھی دریا تھا مگر وہ

جگہ اب ایک سوکھا میدان بن چکی تھی۔ وہ میدان اس وقت چمکتی اوس سے بھیگا ہوا تھا۔
ایک جولاہے نے حیرت سے کہا: "میرے خدا یہ دریا یہاں کیسے آگیا؟ کیا ہم اپنا راستہ بھول گئے ہیں؟"
کافی دیر مشورہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہونچے کہ اس دریا کو پار کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی گاؤں کا راستہ تلاش کریں گے۔ انہوں نے اپنے کپڑے گھٹنوں کے اوپر چڑھا لیے اور ایک ساتھ اوس سے ڈھکے میدان میں کود پڑے۔
بے وقوف جولاہے نے کہا: "سردار پانی تو زمین کی طرح سخت ہے"۔ دوسرے نے بھی کہا کہ اس کو بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔ تب سردار نے بات بنائی: "بے وقوفو!" اس نے کہا "کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ پانی جم گیا ہے۔ جما ہوا پانی اوپر سے سخت تو ہوگا ہی۔ اب دیر نہ کرو اور تیزی سے تیر جاؤ۔"

ایک دن کشتی میں بیٹھ وہ سب بازار جانے لگے۔ سردار پیچھے بیٹھا پتوار چلا رہا تھا اور باقی ساتھی کھانا بنا رہے تھے۔ ایک آدمی مسالہ پیس رہا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ سے بٹّہ چھوٹ کر پانی میں گر گیا۔ دوسرے جولاہے نے فوراً چاقو نکال کر کشتی میں اس طرف ایک نشان بنا دیا۔ جب بازار پہونچ گئے تو وہ پانی میں اُتر کر بٹّہ ڈھونڈنے لگا۔ اس کے ساتھ باقی جولاہے بھی لگ گئے۔ جب بٹّہ نہیں ملا تو سردار نے غصّہ سے کہا: "مجھ کو یقین ہے تم نے ٹھیک جگہ پر نشان نہیں لگایا ہوگا، ورنہ بٹّہ فوراً مل جاتا۔"
بہت سے کاروباری بھی وہاں پہونچ گئے اور دھان کی خرید و فروخت ہونے لگی۔ ایک کاروباری دھان خریدنے کے لیے اُن کے پاس بھی آیا۔ وہ ایک روپیہ میں بیس سیر دھان مانگ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس بھاؤ میں اس نے دوسروں سے بھی دھان خریدا ہے۔
اس کی یہ بات سن کر سردار کو غصّہ آگیا۔ اس نے کہا: میں نے ابھی تم کو ایک روپیہ میں صرف آدھا من دھان خریدتے دیکھا ہے! کیا تم مجھ کو بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں کم دام لوں گا، سمجھے۔ میں وہی بھاؤ لوں گا جو تم نے دوسروں کو دیا ہے۔ اب چاہے تم لو یا نہ لو۔" دوسرے جولاہے بھی سردار کے ساتھ مل کر بیوپاری سے لڑنے لگے۔ صرف بے وقوف جولاہا چپ رہا۔



اب بیوپاری کو مذاق سوجھا۔ اس کی یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ جولاہے اتنے ناراض کیوں نظر آتے ہیں۔ اس نے کہا: "دیکھیے! آپ چاہتے کیا ہیں؟ آپ خاموش رہیں اور اپنا بھاؤ بتائیں۔"
لیکن سردار کہتا رہا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا دھان خراب ہے۔ اس لیے تم کم داموں پر خریدنا چاہتے ہو؟ لیکن اگر مجھ سے دھان خریدنا ہے تو پھر آدھے من کے لیے ایک روپیہ دینا ہوگا۔ سمجھ گئے؟"
بیوپاری سمجھ گیا کہ وہ بہت سیدھے سادے لوگوں سے بات کر رہا ہے۔ وہ ہنسا اور کہا: "ٹھیک ہے، میں وہی قیمت دوں گا جو آپ مانگ رہے ہیں۔"
سودا طے ہو جانے کے بعد کاروباری کشتی سے دھان اٹھانے کے لیے مزدوروں کو بلانے گیا۔ تب سردار نے فخر سے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم دیکھ رہے تھے کہ وہ کتنا چالاک بننے کی کوشش کر رہا تھا؟ وہ سمجھتا تھا کہ میں اس کی چال نہیں سمجھ پاؤں گا لیکن میں نے اس کو کیسے گھیر لیا؟"
جب سب جولاہے سردار کی عقلمندی کی تعریف کر رہے تھے تب بھی بے وقوف جولاہا خاموش تھا۔ اس کو پتہ تھا کہ وہ بولے گا تو سب اس کا مذاق اڑائیں گے لیکن پھر بھی اس نے ہمّت کر کے کہا "سردار! میں تو بے وقوف ہوں، اس لیے مجھ کو معلوم نہیں کہ بیس سیر اور آدھے من میں کیا فرق ہے؟"
"بہت فرق ہے مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتا"۔ سردار نے اس کو خاموش کرتے ہوتے کہا۔
کچھ دن بعد جولاہے کشتی میں بیٹھ کر پھر بازار جانے لگے، جانے سے پہلے انہوں نے تمام رسمیں پوری کیں۔ گلوئی، یعنی کشتی کے آگے پانی چھڑکا جو حفاظت کے ساتھ سفر کرنے کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ پھر کشتی کھولی اور پتوار چلانے لگے۔ لیکن کسی کو دریا کے نیچے رسّے سے بندھا لنگر اٹھانا یاد نہیں رہا۔ کشتی تھوڑی سی جگہ میں ہلتی رہی اور جولاہے خوشی خوشی ہیّا رے ہیّا... ہیّا کہہ کر رکی ہوئی کشتی کھیتے رہے۔ ساری رات

کشتی چلاکر وہ تھک گئے۔ اب قریب قریب صبح ہوگئی تھی۔ وہ حقہ پینے کے لیے ایک ساتھ بیٹھ گئے لیکن پتہ چلاکہ 'ملشا' یعنی مٹی کے برتن میں آگ ختم ہوگئی ہے۔ سردار کشتی کو کنارے پر لاکر قریب کے کسی گھر سے آگ لانے کے لیے چلا۔

وہاں ہر چیز جانی پہچانی لگ رہی تھی۔ "کتنی عجیب بات ہے۔" اس نے سوچا "یہ گھر بالکل میرے گھر کی طرح ہے۔ بانس کے پیڑوں کا جھنڈ، گاتے کے باندھنے کا گھیرا اور گھر کے باہر کا حصہ ہر ایک چیز۔ ضرور اس گھر کے مالک نے میرا گھر دیکھ کر یہ گھر بنوایا ہے۔"

اس خیال پر وہ خوش بھی ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ اس کو اپنے سونے کا کمرہ نظر آیا۔ اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز لگائی: "ماں جی، ہم اجنبی ہیں۔ کیا آپ مہربانی کر کے حقے کے لیے تھوڑی سی آگ ہم کو دیں گی؟"

دروازہ کھلنے پر جو عورت باہر آئی وہ کوئی اور نہیں خود اس کی بیوی تھی۔ لیکن سردار پھر بھی کہتا رہا: "ماں جی! ہم اجنبی ہیں کیا آپ ہم کو تھوڑی سی آگ دیں گی"

"اچھا ظلم ہے!" بیوی چلائی "کیا تم پاگل ہو گئے ہو کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ رہے ہو؟"

ایک جھٹکے کے ساتھ سردار ہوش میں آیا۔

"یا خدا" اس نے کہا "یہ تو واقعی میری بیوی ہے!" وہ پریشان ہو گیا۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ ساری رات کشتی چلانے کے بعد وہ کیسے اپنے گھر ہی واپس آ گیا ہے۔ وہ پریشان پریشان کشتی پر لوٹ آیا۔ ساتھیوں نے اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا: "کوئی بد روح ہم سے مذاق کر رہی ہے۔ اس نے ہماری کشتی کا رُخ بدل دیا ہے۔"

بے وقوف جولاہوں میں سے ایک بولا: "سردار، شاید ہم نے لنگر اٹھائے بغیر ہی کشتی چلائی ہے۔"

سردار غصہ میں بھر گیا "تم ہمیشہ بے وقوف ہی رہو گے۔ ارے یہ کوئی بھوت پریت تھا جس نے ہمارا راستہ بدل دیا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ ہماری کشتی ڈوبی نہیں۔"

وہ جولاہا چپ رہ گیا۔ وہ بے وقوف ضرور تھا لیکن جان گیا تھا کہ لنگر



اٹھائے بغیر کشتی رانی کی گئی ہے۔

سردار کی عقل مندی کی سب نے جے کار کی اور لوگ آئندہ بھی گاؤں کے عقل مند ترین آدمی سمجھے جاتے رہے۔

بنگلہ دیش

# جیسے کو تیسا

ایک زمیندار کو اس کے کسی کسان نے ایک بُھنا ہوا مُرغ اور ایک بوتل میں پھلوں کا رس پیش کیا۔ زمیندار نے اپنے نوکر کو بلایا اور کسان کے اس تحفہ کو گھر لے جانے کے لیے کہا۔ لیکن جانتا تھا کہ نوکر بہت چالاک ہے اس لیے اس نے کہا کہ دیکھو اس کپڑے کے نیچے ایک زندہ چڑیا ہے اور اس بوتل میں زہر ہے۔ اس نے نوکر کو سمجھایا کہ وہ راستہ میں اس کپڑے کو نہ ہٹاتے ورنہ چڑیا اڑ جاتے گی اور اس بوتل کے زہر کی خوشبو سے ہی وہ مر سکتا ہے۔

نوکر بھی مالک کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے ایک جگہ اطمینان سے بیٹھ کر بھنا ہوا مُرغ کھایا اور بوتل سے مزے دار پھلوں کے رس کا ایک ایک قطرہ بھی پی گیا۔

کھانے کے وقت زمیندار جب گھر گیا تو بیوی سے کھانا مانگا۔ بیوی نے انتظار کرنے کے لیے کہا کیوں کہ کھانا تیار نہ تھا۔ زمیندار کو کسان کے تحفہ کا خیال آیا اور بیوی سے کہا کہ نوکر کے ہاتھ مرغ اور رس جو اس نے بھیجا تھا وہی اس کے لیے کافی ہوگا۔ لیکن جب بیوی نے بتایا کہ نوکر کو تو اس نے صبح سے دیکھا ہی نہیں ہے تو اس کو تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا۔

زمیندار فوراً اس جگہ گیا جہاں کام چل رہا تھا وہاں دیکھا کہ نوکر بے خبر سو رہا تھا۔ وہ بہت زور سے چیخا اور ٹھوکر مار کر اس کو جگایا اور پھر کسان کے تحفہ کے بارے میں پوچھا۔

نوکر نے کہا "مالک! راستے میں تیز ہوا سے کپڑا اڑ گیا اور وہ چڑیا اڑ گئی۔ مجھ کو ڈر تھا کہ آپ مجھ کو سزا دیں گے۔ اس لیے میں نے بوتل میں بھرا زہر پی لیا۔" لڑکا کہتا رہا "اب میں یہاں لیٹا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

ایران

# جوآن ٹمڈا اور جوں مارنے کی دوا

ایک خرابی سے دوسری خرابی پیدا ہوتی ہے۔ جوآن کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ایک تو وہ سُست تھا اور پھر دماغ بھی ایسا ہی تھا۔ اکثر سچی بات بتانا مشکل تھا جھوٹ میں جھوٹ بولنا اس کی عادت بن گئی تھی۔

ایک دن اس کی ماں نے اس کو کھانا پکانے کے لیے ایک برتن خریدنے کے واسطے شہر بھیجا۔ اتفاق سے شہر میں سب لوگ جوؤں سے پریشان تھے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ وہ آتی کہاں سے ہیں۔ وہ پاؤں اور جسم سے رینگ کر سر کے بالوں تک پہونچ جاتیں اور پھر آدمی پاگلوں کی طرح سر کو کھجاتا رہتا۔ عجیب حال تھا!

جوآن ایک اچھا سا برتن خرید کر جب گھر جانے لگا تو راستہ میں ایک جوں اس کے کپڑوں میں بھی گھس گئی اور کاٹنے لگی۔ کھجانے کے لیے گھبراہٹ میں اس نے ہاتھ چلاتے تو برتن اس کے ہاتھ سے گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

برتن ٹوٹ جانے سے جوآن کو بہت افسوس ہوا اور اس کو اپنی ماں کے غصّے کا خیال آیا۔ اس کو فوراً ہی کچھ کرنا تھا۔

اس نے ٹوٹے ہوئے برتن کے ٹکڑوں کو اکھٹا کیا اور پھر دو پتھر لے کر ان کو باریک پیس لیا اور کیلے کے پتّے کے ٹکڑوں میں اس کی پڑیاں بنالیں اور بازار میں جاکر آواز لگانے لگا: "جوں مارنے کی دوا لو! جوں مارنے کی دوا لو"۔

شہر کے لوگوں کے لیے یہ ایک خوشی کی خبر تھی۔ وہ سب اس کے پاس اکٹھا ہو گئے اور ساری پڑیاں خرید لیں۔

جوآن کھانا پکانے کے لیے برتن کی جگہ روپیوں سے بھرا ایک تھیلا لے گیا۔ اس



کی ماں خوش تھی لیکن اس کو اب بھی چاول پکانے کے لیے برتن کی ضرورت تھی۔ اس لیے اس نے دوسرے دن پھر جوآن کو شہر بھیجا۔

جوآن ٹمڈ جب شہر پہونچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کو گھیر لیا۔ وہ غصہ میں اس کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے یہ دیکھ کر جوآن ڈر گیا۔

"ہم تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے" وہ چلاتے "چال باز! تم ہم کو جوں مارنے کی دوا کی جگہ مٹی بیچ گئے۔ اب اصل بات بتاؤ ورنہ تم کتّے کی طرح مارے جاؤ گے۔ لیکن بات سمجھ میں آنے والی ہو ورنہ ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے"۔

"ارے میرے اچھے پڑوسیو!" جوآن نے کہا "پہلے مجھ کو یہ بتاؤ کہ تم نے یہ دوا استعمال کیسے کی؟"

جوآن اپنی بات سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اتنا شور و غُل ہوا وہ کچھ نہ کہہ سکا اور لوگوں کے غصّے کی وجہ سے وہ گھِر گیا۔

"جوآن آج تو اصل بات بتا ہی دو۔" ایک بوڑھی عورت نے کہا۔

اپنی چھوٹی سی زندگی میں پہلی بار جوآن کو بچنے کا کوئی راستہ نہیں مِلا اور اس نے ان کو سب بات سچ سچ بتا دی۔

کچھ لوگ اس کو مارنے کے لیے دوڑے لیکن بوڑھی عورت نے اُن کو روک دیا اور کہا "اس بے وقوف کو اس بار تو معاف کر دو۔ لیکن سنو! لڑکے۔ تم ہمارے ساتھ پھر چال چلوگے تو پھر خدا ہی تم کو بچائے۔"

"آؤ ہم اِس کی ماں سے کہتے ہیں" ایک آواز آئی لیکن پھر بھیڑ کم ہو گئی۔ جوآن اکیلا کھڑا رہ گیا۔ وہ اب بھی اپنی ماں کے غصّہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

فلی پین

# دیوی سے مذاق

گوپال کے پیٹ میں بہت درد ہو رہا تھا۔ اس کے پیٹ میں بہت گڑبڑ تھی لیکن اس کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی۔ اچھا کھانا اور خاص طور سے مٹھائی اس کی کمزوری تھی۔ اکثر وہ زیادہ کھا جاتا اور پھر نتیجہ یہی ہوتا۔ جب تک درد ہوتا رہتا گوپال پچھتاتا نظر آتا اور بہت بڑے وعدے کرتا کہ اب وہ کبھی زیادہ نہیں کھائے گا۔ لیکن جب ٹھیک ہو جاتا تو سب بھول جاتا۔

لیکن آج جتنا شدید درد تھا ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ "شاید یہ مچھلی کی وجہ سے ہوا ہے۔" گوپال نے کراہتے ہوئے کہا "میرے خیال میں وہ تازہ نہیں تھی۔"

"لیکن تم سے کس نے کہا تھا کہ وہ کھاؤ؟" گوپال کی بیوی نے کہا "اور پھر مچھلی کے آٹھ بڑے قتلے! وہ تازہ تھی یا نہیں تھی کافی ہیں کسی آدمی کو بیمار کرنے کے لیے۔"

"بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔" گوپال نے کہا "میں تو کئی بار اس سے بھی زیادہ کھاتا ہوں۔ تکلیف کی وجہ مچھلی نہیں بلکہ رس گلّے ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں ایک بار تم نے تین درجن رس گلّے کھائے تھے۔"

"اوہ . . . آہ . . . وہاں کھڑی ہو کر باتیں نہ بناؤ۔" گوپال غرّایا۔ "مجھ کو کچّے ناریل کا پانی دو۔ کہتے ہیں یہ ہاضمے کے لیے اچھا ہوتا ہے۔"

لیکن ناریل کے پانی سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور درد تیز ہوتا رہا۔ "کالی ماتا رحم کرو" گوپال نے زور سے دعا مانگی۔ "مجھ کو اس بار ٹھیک کر دو تو میں ایک بھینسا قربان کروں گا۔"

"جب تک تمہارا پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو تم کو دیوی سے کوئی وعدہ نہیں کرنا



چاہیے۔" گوپال کی بیوی نے کہا

"بے شک، میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔" گوپال نے زور دے کر کہا "مجھ کو ٹھیک ہو جانے دو پھر میں ایک بڑا سا بھینسا لے کر کالی کے مندر جاؤں گا۔"

"کیا تمہارا پیٹ کا درد اب ٹھیک ہے؟" بیوی نے اچانک پوچھا "تم آدھ گھنٹے پہلے

جیسے پہلے لگ رہے تھے اب نہیں لگ رہے!"

"تم ٹھیک کہتی ہو" گوپال نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "اب اتنا زیادہ درد نہیں ہے۔"

"کالی ماتا نے تمہاری دُعا سُن لی۔ اب بھینسے کو مت بھولنا" بیوی نے کہا۔

گوپال کو طبیعت اب ٹھیک لگ رہی تھی۔ "ماں کالی!" اس نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا: "روز بہ روز مہنگائی بڑھتی جا رہی ہے" تھوڑی دیر کے بعد وہ بولا "مہنگائی کے ان دنوں میں بھینسا تو بہت مہنگا ملے گا! کیا ایک بکرے سے کام نہیں چلے گا؟ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو میں تمہارے لیے ایک موٹا تازہ بکرا لاؤں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

صبح سے دوپہر تک گوپال کا درد ٹھیک ہو گیا۔ لیکن وہ کمزوری اور بھوک محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو بلایا "یقیناً! تم مجھ کو بھوکا نہیں مارنا چاہتیں!"

"تم کھانے کی بات کیسے کر سکتے ہو؟" اس نے جواب دیا "ابھی کچھ دیر پہلے تو تم درد سے چلا رہے تھے۔"

"مجھ کو ایک پیالہ اُبلے چاول دے دو" گوپال نے مانگ کی۔ گوپال کی بیوی باورچی خانے میں جا کر چاول پکانے لگی۔ "ماں کالی" گوپال نے کہا "کیا یہ مناسب ہے کہ تم تو موٹا تازہ بکرا کھاؤ اور میں سوکھے چاول؟ وہ کہتے ہیں کہ آدمی کو لالچی نہیں ہونا چاہیے لیکن پہلے تم کو مثال قایم کرنی چاہیے؟"

"یہ حال ہے تمہارا!" گوپال کی بیوی نے اس کے سامنے چاول کا پیالہ رکھتے ہوئے کہا۔

"اتنے کم" گوپال غرّایا "مجھ کو تھوڑے چاول اور لا دو!"

"کیا تم واقعی ٹھیک ہو؟" بیوی نے پوچھا

"بارش کی طرح" گوپال نے کہا "میں سمجھتا ہوں درد اب ہلکا ہو گیا ہے۔"

"کیا واقعی!" گوپال کی بیوی نے کہا "تم ماں کالی سے کیسے کیسے وعدے کر رہے تھے۔"

"یقیناً تم کو اعتبار نہیں آ سکتا کہ میں واقعی سنجیدہ ہوں۔" گوپال نے کہا "تم ایک مسخرے کی بیوی ہو۔ تم کو تو معلوم ہے کہ میں کب کب مذاق کرتا ہوں"

"ہاں" گوپال کی بیوی نے فوراً کہا "لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے مسخرے پن میں ماں کالی کو شامل نہیں کرو گے! کیا تم اب دیوی کو نذر نہیں دو گے؟"

”یہ بات طے ہے کہ بھینسا نہیں“ گوپال نے کہا ”اور بکرا بھی بہت مہنگا ہے! میں تو ماں کالی سے یہ کہوں گا کہ وہ ایک چڑیا پکڑے اور کھالے! ہلکی ورزش اچھی ہوتی ہے دیوی کے لیے بھی!“

”تم واقعی بے شرم ہو“ گوپال کی بیوی نے غصّے سے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

گوپال سو گیا لیکن جلد ہی پیٹ میں شدید درد کی وجہ سے وہ اٹھ بیٹھا۔ وہ پسینے سے نہایا ہوا تھا۔ ”ماں کالی!“

اُس نے شکایت بھرے لہجے میں کہا ”تم میں مذاق کی حس نہیں ہے! کیا تم کو یقین آگیا کہ میں تمہارے نام پر بکرے یا چڑیا کی بلی دوں گا۔ ارے! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ بس مجھ کو ٹھیک کر دو اور تم کو بھینسا مل جائے گا!“

بھارت



# اُستاد سے آگے

ایک اسکول ماسٹر سُستی کے لیے اتنے مشہور تھے کہ کوئی شاگرد ان کے پاس بہت دیر نہیں رکتا تھا۔ ایک دن ایک نوجوان اُن سے سبق لینے کے لیے آیا۔

”بہت اچھے!“ اسکول ماسٹر نے کہا جب کہ وہ اِس بے وقت کے کام سے پریشان ہوا تھا ”تم مجھ سے کچھ سیکھنا ہی چاہتے ہو تو جاؤ ایک میز لے آؤ۔“

”کس لیے جناب؟“ نوجوان نے پوچھا

”تمباکو اور پان رکھنے کے لیے جو رواج کے مطابق کنفیوشس کو پیش کیے جاتے ہیں۔“ ماسٹر نے جواب دیا۔

”جی“ ہونے والے شاگرد نے سر کو کھجاتے ہوئے کہا۔

”کیا میں چاروں ہاتھ پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں؟ میری کمر پر پیش کی جانے والی چیزیں رکھی جا سکتی ہیں۔ اس سے ہمارا وقت بھی بچے گا اور بے کار کام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔“

یہ سُن کر اسکول ماسٹر نے اس کے پاؤں پکڑ لیے اور اس عجیب و غریب نوجوان کے سامنے جُھک گیا۔

”خوب! میرے بیٹے!“ اس نے کہا ”تم مجھ سے سبق کیوں لیتے ہو؟ تم پہلے ہی مجھ سے زیادہ جانتے ہو کہ کام کو کس طرح ٹالا جا سکتا ہے اور اس سے بچنے کے کیا طریقے ہیں۔“

ویت نام

# یہ سچ نہیں ہو سکتا

کسی زمانے میں ایک آدمی تھا اس کو کہانی سننے کا بہت شوق تھا یہاں تک کہ اس کے گھر کے پاس سے جو بھی گذرتا وہ اس کو روک کر کہانی سنانے کی فرمائش کرتا۔ جب کوئی کہانی سناتا تو وہ ہمیشہ کہتا اُرے یہ سچ نہیں ہو سکتا اُس لیے لوگ اس کو کہانی سنانا پسند نہیں کرتے تھے۔

ایک دن اُس نے کشوم سے کہانی سنانے کے لیے کہا۔ کشوم اپنی ہوشیاری کے لیے مشہور تھا۔

"میں تم کو کہانی سنا سکتا ہوں" کشوم نے کہا "لیکن اس سے پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ تم 'یہ سچ نہیں ہو سکتا' نہیں کہو گے۔"

"ٹھیک ہے وہ میں وعدہ کرتا ہوں" اس آدمی نے کہا "اگر تم نے ایسا کہا تو میں تمہارے گودام سے چاول کی ایک بوری لے جاؤں گا" "سمجھے" کشوم نے زور دے کر کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کہانی سناؤ" آدمی نے کہا تب کشوم نے کہانی شروع کی۔

"ایک دفعہ ایک نواب پالکی میں سفر کر رہے تھے جب وہ ایک پہاڑی درّے کی طرف جا رہے تھے تو آسمان میں ایک چیل نظر آئی، جو پالکی کے چاروں طرف چکّر لگانے لگی۔ 'پیپ' پیپ' پر۔ ر۔۔۔ ر۔۔۔ ر۔۔۔ رپیپ!

باہر کیا ہو رہا ہے یہ دیکھنے کے لیے نواب نے پالکی سے باہر سر نکالا اور اوپر کی طرف دیکھا۔ تب چیل نے کوئی گندی سی چیز اس کے کپڑوں پر گرا دی لیکن نواب کو بُرا نہیں لگا۔ اس نے خاموشی سے نوکروں سے نئے کپڑے لانے کے لیے کہا۔ جب کپڑے آگئے تو اس نے کپڑے بدلے اور اپنا سفر جاری کیا۔

لیکن چیل 'پیپ پیپ' پر۔ ر۔ ر۔ ر۔ رپیپ' چلاتی ہوئی پالکی کے چکّر لگاتی ہی رہی۔ دیکھنے کے لیے نواب نے پھر اپنا سر نکالا۔



اس بار چیل نے اس کی تلوار پر دھبّا لگا دیا۔ لیکن اب بھی نواب کو غصّہ نہیں آیا۔ "میرے لیے ایک نئی تلوار لاؤ" اس نے حکم دیا جب تلوار آگئی تو اس نے اس کو اپنے پہلو میں لٹکا لیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔

کچھ دیر بعد چیل پھر آگئی اور چلّانے لگی "پیپ پیپ پر۔ ر۔ ر۔ ر۔ رپیپ! وہ پالکی کے چاروں طرف چکّر لگا رہی تھی۔

نواب نے ایک بار پھر اپنا سر باہر نکالا اس بار چیل نے جو کچھ پھینکا وہ نواب کے سر پر آ کر گرا! نواب کو اب بھی غصّہ نہیں آیا۔ اس نے اپنے نوکروں سے کہا: "میرے لیے ایک نیا سر لاؤ" جب سر آگیا تو اس نے اپنی تلوار سے اپنا سر کاٹ دیا اور اس کی جگہ نیا سر لگا لیا اور خوشی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔"

"یہ سچ نہیں ہو سکتا!" وہ آدمی چیخا۔

"اچھا' اچھا' اب میں چاول کی بوری اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ تمہارا شکریہ" کشوم نے کہا اور وہ چاول کی ایک بوری لے گیا۔

جاپان

# پہیلیاں (جوابات صفحہ ۱۴۰ پر ہیں)

۱- اس کا ایک پاؤں ہے لیکن ران نہیں ہے
اس کا سر ہے لیکن چہرہ نہیں ہے۔
فلی پین

۲- وہ آتی ہے اور وہ جاتی ہے
وہ بس دھمکاتی ہی دھمکاتی ہے۔ فلی پین

۳- آٹھ پاؤں ایک ڈرم لے کے چلے
گھبراہٹ میں دو قینچی چلائیں
غرور سے ایک طرف چلیں
لگاتار بُلبلے اڑائیں چین

۴ پہلے ہم استعمال کریں پھر دور پھینکیں
جب استعمال نہ کریں تو سر پر گھمائیں (کشتی کے)
تھائی لینڈ

۵ وہ کیا ہے جو جتنی دور بھی چلتی جائے
تو بڑھتی رہے اور بڑھتی ہی جائے
جمہوریہ کوریا

۶ مس ریڈ مس بلیک کو گدگداتی ہے
مس بلیک مس وہائٹ کو گدگداتی ہے
مس وہائٹ کھل کھلاتی ہے



(مس ریڈ آگ ہے مس بلیک برتن ہے
اور مس وہائٹ چاول ہے۔) ملیشیا

۷- اوپر کے دانت نیچے کے دانتوں سے کیا کہتے ہیں؟
پاپوآنیوگنی

۸- بیسوں کے سر کاٹ دیا
ناما را نا خون کیا - ہندوستان

۹- ایک ہے گوری عورت جو ہر وقت آنسو بہائے سری لنکا

۱۰ جب جواں ہو تو کھانے میں ساتھ دے
جب بوڑھا ہو تو سونے میں ساتھی بنے برما

۱۱- کون ہے جو ترازو رکھے
پر چیزوں کو تول نہ پائے پاپوآنیوگنی

۱۲- جلد اس کی کھردری اور ہاتھوں میں ہیں سوئیاں
ڈھلواں چٹانوں پر کھڑا
بارہ مہینوں ہرا بھرا
تیز ہواؤں میں کبھی
سر اونچا کر کے کھڑا - چین

۱۳- وہ چٹائی جس کو لپیٹا نہ جا سکے
سری لنکا

۱۴- کون سا پھل ہے وہ جس کی بہت سی آنکھیں ہیں
انڈونیشیا
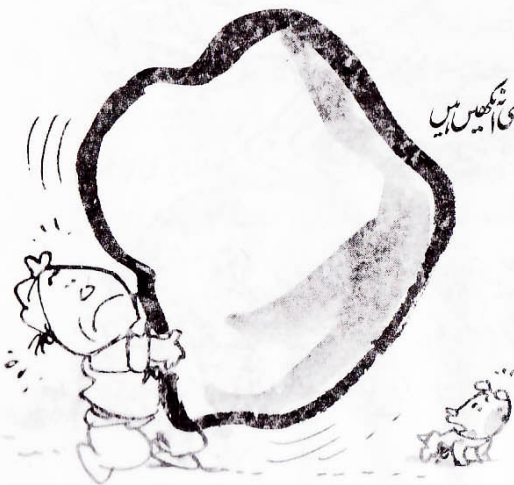
۱۵- اُس کو نکالا
اور گھس ڈالا
ایک پھول کھلا
جو پل بھر میں مرجھا بھی گیا۔ سری لنکا

۱۶- ایک پتلی سڑک جس کے سرے
پر ایک تالاب۔ جاپان

# ایک حاضر جواب آدمی

ایک معذور آدمی تھا جس کا نام لوٹنگ تھا۔ ایک دن اس کی ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی اس کا نام بھی لوٹنگ تھا۔ ایک دوسرے سے بات کی تو دونوں لوٹنگ دوست بن گئے۔ دونوں نے طے کیا کہ روزی کمانے میں وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ چھوٹے لوٹنگ نے بڑے لوٹنگ کو سادھو بننے کی صلاح دی۔ بڑا لوٹنگ

**جوابات۔** ۱۔ مشروم (کھمبی) ۲۔ پتنگ اُڑاتی ہوا ۳۔ کیکڑا ۴۔ لنگر ۵۔ افواہ ۶۔ چاول پکانا ۷۔ مجھ سے کھانے کے وقت ملو ۸۔ ناخون ۹۔ موم بتی ۱۰۔ بانس ۱۱۔ مچھلی ۱۲۔ دیودار کا پیڑ ۱۳۔ بڑی سڑک ۱۴۔ اننّاس ۱۵۔ ماچس کی تیلی ۱۶۔ ڈوئی یا چمچہ



پہلے تو جھجکا لیکن چھوٹے نے زور دیا کہ سادھو سنیاسی بن کر ہی وہ روزی کما سکتا ہے تو وہ تیار ہو گیا۔ اپنا سر منڈوا کر، پیلے کپڑے پہن کر ایک ٹوٹے پھوٹے پرانے مندر میں وہ نقلی سادھو کی زندگی گذارنے لگا۔

اس بیچ چھوٹا لوٹنگ گاؤں گاؤں جاتا اور گاؤں والوں کے جانور چرا کر جنگل میں چھپا دیتا اور پھر بڑے گرو کو سب کچھ بتا دیتا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ چھوٹے لوٹنگ نے گاؤں والوں سے کہا کہ ایک سادھو ہے جو بتا سکتا ہے کہ کھوئے ہوئے جانور کہاں ملیں گے۔ گاؤں والے جو جانوروں کے کھونے کی وجہ سے بہت پریشان تھے، ان گرو کے پاس یہ پوچھنے گئے کہ ان کے جانور اب کہاں مل سکتے ہیں؟ گرو لوٹنگ نے سلیٹ پر دکھاوے کے لیے کچھ لکھا اور پھر ہر ایک کو بتا دیا کہ اس کا جانور کہاں ہے۔ گاؤں والے جنگل جاتے تو اپنے جانور وہیں پاتے، جہاں سادھو نے بتایا تھا۔ وہ بہت خوش تھے اس لیے وہ سادھو کے لیے طرح طرح کے تحفے لائے۔

ایک دن ریاست کے گورنر کی ہیرے کی انگوٹھی کھو گئی۔ اس نے اپنے اڈی کانگ کو گرو لوٹنگ کے پاس انگوٹھی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اڈی کانگ نے جب انگوٹھی کے بارے میں لوٹنگ سے پوچھا تو وہ ڈر گیا اس نے سوچا کہ وہ جلد ہی کسی مشکل میں پھنس جائے گا۔ وہ اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ "تمہارا وقت آگیا ہے لوٹنگ، اب کوئی تم کو بچا نہیں سکتا۔" اتفاق سے گورنر کی انگوٹھی کے بارے میں جو پوچھنے آیا تھا اس اڈی کانگ کا نام بھی لوٹنگ تھا۔ جب اس نے گرو لوٹنگ کو لوٹنگ کو ہی بُرا کہتے سنا تو ڈر کے مارے وہ پیلا پڑ گیا۔ اس نے چلا کر یہ قبول کر لیا کہ گورنر کی انگوٹھی

اس نے ہی چرائی ہے اس نے یہ بھی بتا دیا کہ اب وہ انگوٹھی کہاں مل سکتی ہے اور گرو
ٹونگ کی خوشامد کی کہ وہ اس کو بچالے۔ گرو ٹونگ خوش تھا کہ قسمت ایک بار پھر اس پر
مہربان ہوگئی ہے۔ وہ بھاگا ہوا گورنر کے پاس گیا اور اس کو انگوٹھی کے بارے میں
بتایا لیکن چور کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ گرو ہونے کے ناطے اس کو
رحم دل بھی ہونا چاہیے۔ گورنر نے بھی اس بات پر زور نہیں دیا۔

جب انگوٹھی مل گئی تو سادھو کو بہت سا انعام دیا گیا اور اچھے اچھے کھانے
بھی پیش کیے گئے۔ وہ خوشی میں بہت جلدی جلدی کھانے لگا۔ شاید اسی لیے مرغے
کی ہڈی اس کے گلے میں پھنس گئی۔ اس کو باہر نکالنے میں اس کو شرم آرہی تھی کیوں کہ
گورنر بھی وہاں بیٹھے تھے۔ وہ ایک ستون سے ٹک کر بیٹھ گیا اور ہڈی نکالنے کی
کوشش میں سر کو بار بار اونچا نیچا کرنے لگا۔ گورنر سمجھا کہ وہ اس کو بلا رہا ہے اس
لیے وہ اٹھ کر سادھو ٹونگ کی طرف بڑھا کہ اسی وقت بجلی چمک کر اس ستون پر گری
جس سے گورنر ٹکا بیٹھا تھا۔ بجلی چمکنے کی آواز سے ڈر کر ٹونگ گلے میں پھنسی ہڈی نگل



گیا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب اس کو ہوش آیا تو اس نے گورنر کو بتایا کہ اس کو پہلے ہی
پتہ چل گیا تھا کہ اس ستون پر بجلی گرے گی اسی لیے اس نے اسے ستون سے دور جانے
کا اشارہ دیا تھا۔ گورنر ٹونگ سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے ٹونگ کو شاہی مندر میں
رہنے کی دعوت دی۔

ایک دن محل کے تالاب میں ایک زہریلا سانپ کہیں سے آگیا۔ ہر ایک آدمی
اس تالاب سے پانی لینے میں ڈرنے لگا۔ گورنر نے ٹونگ سے مدد مانگی۔ ٹونگ خود ہی
ڈرا ہوا تھا اس لیے اس نے تالاب میں جھانکا کہ دیکھے کہ کتنا بڑا سانپ ہے۔ جھکتے
وقت بدقسمتی سے وہ اس میں گر گیا اور گھبراہٹ میں جو بھی ہاتھ آیا اس نے اسی کو
سہارے کے لیے پکڑ لیا۔ جب حواس بحال ہوئے تو دیکھا کہ وہ سانپ کی گردن

ہی پکڑے ہوتے ہے۔

ٹونگ کی بہادری کے قصے دور دور تک پھیل گئے۔ جلد ہی دشمنوں نے شہر کو گھیر لیا۔ گورنر نے لڑنگ سے کہا کہ فوج کی رہنمائی کرے۔ ٹونگ کو تو گھوڑے پر سوار ہونا بھی نہیں آتا تھا۔ وہ گھوڑے سے گر نہ جاتے اس لیے چھوٹے لوٹنگ نے اس کے دونوں پاؤں نیچے گھوڑے کی پیٹھ سے باندھ دیے۔ گھوڑے نے جب سرپٹ بھاگنا شروع کیا تو گرد لوٹنگ اس کی پیٹھ سے پھسل گیا اور نیچے لٹک گیا۔ اس کے دونوں پاؤں جو نیچے بندھے تھے اوپر کی طرف نظر آنے لگے۔ دشمنوں نے کسی کو اس طرح گھوڑے کی سواری کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سمجھے کہ گرد لوٹنگ ان کو مارنے کے لیے کوئی کالا جادو استعمال کر رہا ہے۔ گھبراہٹ میں وہ اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوتے اور گرد لوٹنگ فتحیاب ہو گیا۔ جب اسے گھوڑے پر سیدھا بٹھایا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ اپنا سر نیچے لٹکا کر دشمنوں کے کالے جادو سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور ساتھ ہی ان کو بھگانے کے لیے ایک کالا جادو بھی کر رہا تھا۔ اس فتح کی وجہ سے گرد لوٹنگ کی شہرت اور بھی دور دور تک پھیل گئی۔

تھائی لینڈ



# جمی ہوئی بات چیت

ایک دفعہ شمال سے آنے والے ایک سیّاح نے اپنے ملک کی سردی کے بارے میں بڑھا چڑھا کر بتایا۔

"موسم سرما میں اتنی ٹھنڈ ہوتی ہے کہ کھانا کھانا بھی مشکل ہوتا کیوں کہ چوپ اسٹک میز سے چپک جاتی ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ وہ جم جاتی ہیں۔"

"ارے خدایا!"

"دوسرے لوگ کیا کہتے ہیں ہم سُن ہی نہیں پاتے۔ کیوں کہ ہمارے کانوں تک پہنچنے سے پہلے ہی الفاظ دیواروں پر جم جاتے ہیں۔"

"پیارے بھائی! پھر تو وہاں موسمِ بہار میں بہت شور ہوتا ہو گا۔ جب سارے جمے ہوتے الفاظ پگھل جاتے ہوں گے۔"

جاپان

# موزوں پوشاک

چینگ خاندان میں ایک شہر قاضی نے درزی سے ایک سرکاری لباس بنانے کے لیے کہا۔

درزی نے پوچھا: "جناب پہلے مجھ کو آپ یہ بتائیے کہ آپ کس طرح کے افسر ہیں۔ کیا آپ ابھی افسر ہوتے ہیں یا آپ نے کوئی نیا عہدہ سنبھالا ہے یا آپ پُرانے افسر ہیں؟"

افسر نے جھنجھلاتے ہوتے پوچھا: "نئی پوشاک سے ان باتوں کا کیا تعلق ہے؟"

"جناب ہر بات کا تعلق ہے۔ اگر آپ ابھی افسر بنے ہیں تو آپ کو دربار میں ہر وقت سیدھا کھڑا رہنا ہوگا۔ ایسی صورت میں آپ کو ایک ایسی پوشاک کی ضرورت ہے جس کے آگے اور پیچھے کی لمبائی ایک ہو۔ ان افسروں کے لیے جو کوئی نیا عہدہ سنبھال رہے ہیں اُن کے لیے پوشاک کے آگے کا حصہ لمبا اور پیچھے کا چھوٹا ہونا چاہیے کیوں کہ یہ لوگ فخر کرنے والے اور مغرور ہوتے ہیں اس لیے اپنا سر ہمیشہ اونچا اور سینہ آگے کو نکلا ہوا رکھتے ہیں۔ پُرانے سرکاری افسروں کی پوشاک بالکل الگ ہوتی ہے۔ کیوں کہ اُن کی بار بار ترقی ہوتی رہتی ہے وہ لگاتار جھکتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کو ایسی پوشاک کی ضرورت ہوتی ہے جو آگے سے چھوٹی اور پیچھے سے لمبی ہو۔ جب تک مجھ کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ آپ کون سے درجہ کے افسر ہیں میں آپ کے لیے موزوں پوشاک کیسے تیار کر سکتا ہوں۔"

چین

# بدقسمت بوڑھا کلوڈپول

بوڑھے کلوڈپول کو دو جگہ دعوت میں بلایا گیا تھا۔ ایک جگہ کے لیے دریا کے بہاؤ کی طرف جانا تھا اور دوسرے کے لیے اس کے مخالف سمت میں۔ بہاؤ کے مخالف والی سمت میں ہونے والی دعوت میں بھینس کا گوشت کھلایا جانا تھا اور دریا کے بہاؤ کی جانب جو دعوت تھی اس میں گائے کے گوشت کا انتظام تھا۔

بوڑھا کلوڈپول دونوں دعوتوں میں جانا چاہتا تھا۔

کلوڈپول نے جانے سے پہلے اپنی بیوی سے کہا: "میں ایک دعوت میں جارہا ہوں"۔

"کیا آپ جانے سے پہلے کچھ نہیں کھائیں گے؟" اس کی بیوی نے پوچھا۔

"نہیں۔ تم جاؤ اور ٹھنڈے چاول کھاؤ" اس نے بانکین کے ساتھ دریا کے باندھ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

'پہلے میں دریا کی مخالف سمت میں جاؤں گا'۔ اس نے اپنے آپ سے کہا: 'وہاں کھانا اچھا ہے۔ پھر میں دوسری طرف دعوت میں جاؤں گا جہاں کھانا بہت اچھا نہیں ہے'۔ اس نے اپنے موٹے پیٹ کو سہلاتے ہوئے کہا۔ وہ مزے دار کھانوں کا ابھی سے مزہ لے رہا تھا۔

وہ جب دریا کے باندھ پر پہونچا تو جوار بھاٹا اتر چکا تھا اس لیے اس کو اتنے کم پانی میں کشتی کھے کر مخالف سمت میں جانے میں بہت پریشانی ہوئی۔ اس کو کشتی چلانے میں بہت محنت کرنی پڑی اور جب وہ دعوت میں پہونچا تو تھک کر بے حال ہو چکا تھا۔

بدقسمتی سے وہ جب وہاں پہونچا تو دعوت ختم ہو چکی تھی اور مہمان نکل رہے

تھے۔ میزبان دوڑ کر بوڑھے کلوڈپول کے پاس آیا۔

"جناب معاف کیجیے۔" میزبان نے افسوس کے ساتھ کہا "بہت سے لوگ آگئے' ہماری امید سے کہیں زیادہ اس لیے سارا کھانا ختم ہوگیا۔" میزبان نے کئی بار معافی مانگی۔

"وہ سب ٹھیک ہے" بوڑھے کلوڈپول نے افسوس سے کہا "پھر کبھی' میں سمجھتا ہوں مجھ کو گھر واپس جانا چاہیے۔"

وہ کشتی سے واپس آنے لگا "اب میری قسمت" اس نے اپنے آپ سے کہا "میں دوسری دعوت میں جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ارے ہاں بیف کا سالن بھی اتنا ہی مزے دار ہوتا ہے جتنا بھینس کے گوشت کا سالن۔" اس نے اپنی پوری طاقت سے کشتی چلائی۔

اس وقت جوار بھاٹا آیا ہوا تھا ایسے وقت بہاؤ کے ساتھ کشتی کھینا اتنا ہی

مشکل ہے جتنا اس کے نہ ہونے پر مخالف سمت میں کشتی چلانا اور خاص طور سے اس وقت جب اس کا پیٹ بھوک سے جل رہا تھا۔ وہ مشکل سے کشتی کھے رہا تھا۔ بھوک کی شدت نے اس کی طاقت ختم کر دی تھی۔

آخر وہ وہاں پہونچ گیا اور جلدی جلدی کشتی سے اتر کر باندھ پر چڑھا اور اس گھر کی طرف بھاگا جہاں دعوت تھی۔ "شاید اس بار قسمت ساتھ دے جائے۔ ابھی مہمانوں کی واپسی نہیں ہوئی ہے۔" اس نے خوش ہو کر اپنے آپ سے کہا۔

لیکن جیسے ہی وہ سیڑھیوں پر پہونچا تو اس نے سُنا مہمان میزبان کو الوداع کہہ رہے تھے۔ اور کچھ دیر بعد درجنوں مہمان واپس آتے نظر آئے۔ بوڑھا کلوڈپول بہت پریشان ہوا۔

میزبان جو مہمانوں کے ساتھ باہر آ رہا تھا' اس نے مایوس اور تنہا بوڑھے کلوڈپول کو سیڑھیوں پر کھڑے دیکھا۔ وہ اس کے پاس گیا۔

"معاف کرنا کلوڈپول" میزبان نے افسوس کے ساتھ کہا "دعوت ختم ہوگئی ہے۔ اتنے لوگ آگئے تھے کہ کھانا بھی ختم ہوگیا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ایک ٹکڑا بھی نہیں بچا؟" بوڑھے کلوڈپول نے شرمائے بغیر افسوس کے ساتھ پوچھا کیوں کہ وہ بے حد بھوکا تھا۔

"کلوڈپول برتن بالکل صاف پڑے ہیں" میزبان نے اپنا سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں" بوڑھے کلوڈپول نے کمزور سی آواز میں کہا "صرف میری بد قسمتی ہے۔"

کلوڈپول گھر واپس آیا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ وہ اتنی کمزوری محسوس کر رہا تھا کہ بس گر ہی گیا۔

"کیا کچھ ٹھنڈے چاول بچے ہیں" تھکن اور بھوک سے بے ہوش ہوتے ہوئے کلوڈپول نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

"میرے خیال میں تم نے وہ سب مزے دار کھانا کھا لیا؟" بیوی نے چھیڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں لفظ کھانا سننے میں اچھا لگتا ہے لیکن میں نے صرف ہوا کھائی۔ بہرحال میری پیاری بیوی تمہارا جیسا مزے دار کھانا کوئی بناتا ہی نہیں۔"

ٹھنڈے چاول اور نمکین مچھلی لینے باورچی خانہ کی طرف جاتی ہوئی اس کی بیوی مُسکرا دی۔

ملیشیا

# تینوں روتے

ایک بوڑھی عورت کو ایک دن اپنے بیٹے کا خط ملا جو کہیں دور رہتا تھا۔ بوڑھی عورت پڑھنا نہیں جانتی تھی اس لیے اپنے گھر کے سامنے بیٹھ گئی کہ کوئی گذرنے والا اس کو خط پڑھ کر سُنا دے گا۔

کچھ دیر بعد ایک فوجی آیا۔ جب اس نے خط کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں

آنسو آگئے اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

پریشان ہو کر اس بوڑھی عورت نے پوچھا "کیا میرے بیٹے کو کچھ ہو گیا ہے؟"

لیکن جواب دینے کے بجائے فوجی اور زور سے رونے لگا۔

غریب بوڑھی عورت نے سوچا کہ اس کے بیٹے کے ساتھ ضرور کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی جو وہاں سے گذر رہا تھا۔ اس نے انہیں کو روتے دیکھا تو خود بھی وہاں بیٹھ گیا اور رونے لگا۔

ایک اور آنے والے نے پوچھا کہ آخر ہوا کیا ہے؟

بعد والے آدمی نے جواب دیا "ایک سال پہلے کی بات ہے میں کچھ مٹی کے برتن بیچنے گیا۔ بدقسمتی سے وہ سارے برتن مجھ سے ٹوٹ گئے۔ میں رونا چاہتا تھا لیکن رویا نہیں کیوں کہ میں تو نقصان پورا کرنے میں لگا تھا۔ یہاں میں نے ان دونوں کو روتے دیکھا تو مجھ کو یاد آگیا کہ میں ابھی تک رو نہیں سکا، میں نے رونے کا ارادہ کیا اور رونے لگا۔"

پھر بوڑھی عورت نے کہا "میرے پاس بیٹے کا خط آیا تھا میں نے اس فوجی سے پڑھنے کے لیے کہا۔ اس نے رونا شروع کر دیا۔ خط میں ضرور کوئی بُری خبر ہو گی اس لیے میں بھی رو پڑی۔"

آخر میں فوجی بولا "سچ بات یہ ہے، میں نے اپنے بچپن میں اتنا کم پڑھا ہے کہ میں یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ مجھ کو اتنی شرم آئی کہ میں بے ساختہ رونے لگا۔"

جاپان

# اچھے پڑوسی

پُرانے زمانے میں ایک سیدھا سادا کسان اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ ایک پیڑ کے تنے سے ٹکرا کر اس کا ہل ٹوٹ گیا۔

کسان نے سوچا: اب میں کیا کروں یہ تو بڑی مشکل ہو گئی کیا میں کورگین سے ہل اُدھار لوں!

جب وہ کورگین کے کھیت کی طرف جا رہا تھا تو اس نے پورے معاملے پر غور کیا۔ اس نے سوچا 'کورگین تو بہت تجربہ کار آدمی ہے۔ میں جب اس سے کہوں گا کہ میرا ہل ٹوٹ گیا ہے تو سب سے پہلے تو وہ پوچھے گا کہ ہل چلاتے وقت تم نے دیکھا کیوں نہیں؛ تم کو احتیاط سے کام کرنا چاہیے تھا۔ اور میں جواب دوں گا 'اس طرح کا واقعہ تو کسی کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔' پھر وہ کہے گا کہ ہل کا خریدنا بڑا مشکل کام ہے اور اس کی مرمت بھی سستی نہیں ہوتی۔'

'بالکل ٹھیک کہا آپ نے! میں کہوں گا' اس شہر میں مجھ سے زیادہ ہل کا خیال رکھنے والا اور کوئی آدمی نہیں ہے' اور وہ کہے گا 'ٹھیک ہے اس بارے میں مجھ کو زیادہ کچھ معلوم نہیں ہے لیکن مجھ کو کیسے معلوم ہو کہ میرا ہل جو تم مانگ کر لے جا رہے ہو اس کے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آئے گا۔'

پھر میں اس سے کہوں گا۔ . . . .

اسی وقت اس نے لکڑی کے گودام کے پاس کورگین کو دیکھا 'ہیلو میک' کورگین نے پکارا "میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں؟"

"ہاں! تم اپنے شاندار ہل کو اپنے پاس رکھ سکتے ہو" یہ کہہ کر کسان واپس اپنے کھیت پر آ گیا

آسٹریلیا

# دعوت نامہ

ایک دفعہ ایک سادہ مزاج بوڑھے آدمی کو ایک امیر نے کھانے کی دعوت دی۔ وہ سادہ مزاج بوڑھا کیوں کہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوتے تھا اس لیے کسی نے اس پر توجہ نہیں دی اور وہ بچا ہوا کھانا ہی کھا سکا۔

ایک ہفتے بعد پھر اسی گھر میں بوڑھے آدمی کو دعوت دی گئی۔ اس بار وہ کہیں سے مانگ کر بہت اچھا لباس پہن کر گیا۔

جب وہ وہاں پہونچا تو ایک اہم آدمی کی طرح سب نے اس کا استقبال کیا۔ کھانے کے وقت بھی اس کو میز پر مناسب جگہ بٹھایا گیا۔

بوڑھے آدمی نے پکے ہوتے کچھ چاول لے کر اپنے کرتے کی آستین میں ڈال دیے۔ کرتے کی دوسری آستین میں اس نے ایک بُھنا ہوا مُرغ ڈال دیا۔ مہمانوں کا خیال کیے بنا اس نے اپنی بھری ہوئی آستینوں کو دیکھا اور کہا "مہربانی کر کے اپنی مدد خود کرو کیوں کہ مجھ کو یہ سب عزت تمہاری وجہ سے ہی ملی ہے!"

ایران

# لالچ بُری بلا ہے

ایک حکیم تھا جو اپنی مہارت کے لیے بھی مشہور تھا اور اپنے لالچ کے لیے بھی۔ ایک دفعہ اس نے ایک بیمار بچّے کو اپنے علاج سے ٹھیک کر دیا۔ شکریہ ادا کرنے کے لیے بچہ کی ماں نے حکیم کو ایک ریشم کی تھیلی پیش کی اور کہا "جناب یہ تھیلی میں نے خود بنائی ہے۔ براہِ مہربانی اس کو قبول کریں۔"

اپنے سر کو ہلاتے ہوئے حکیم نے بگڑ کر کہا "میں اپنی فیس نقد ہی لیتا ہوں کسی چیز کی صورت میں نہیں۔ مجھ کو نقد ہی دو"

عورت کو افسوس ہوا اور اسے اپنی بے عزّتی محسوس ہوئی۔ اس نے پوچھا: "کیا فیس ہے آپ کی؟"

"پانچ نیانگ[•]!" حکیم نے کہا

کچھ کہے بنا عورت نے دس نیانگ اس تھیلی سے نکالے اور حکیم کو دے دیے۔ باقی دس نیانگ جو اور اس تھیلی میں تھے وہ تھیلی میں ہی رہے۔

جمہوریہ کوریا

● نیانگ۔ کوریا کے قدیم سکّہ کی اکائی

# ایک اچھا شاگرد

بہت دنوں کا ذکر ہے کہ ایک نیا شادی شدہ نوجوان جوڑا تھا۔ نوجوان آدمی تو بہت عقلمند تھا لیکن اس کی بیوی بہت پھوہڑ اور بے وقوف تھی۔ ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ اس نے کسی چیز کو ہاتھ لگایا ہو اور نقصان نہ ہوا ہو۔

ایک دن بیوی نے مٹی کے دو نئے برتن خریدے۔ اس نے اپنے شوہر کو جب یہ برتن دکھائے تو اس کا خیال تھا کہ وہ ضرور خوش ہوگا لیکن وہ بالکل چپ رہا۔

'یہی موقع ہے بیوی کو سبق سکھانے کا'۔ نوجوان نے سوچا 'یہ ٹھیک ہے کہ یہ برتن نئے ہیں، لیکن اس کی ہر چیز کی توڑنے کی عادت کا علاج تو ہونا ہی چاہیے'۔ نوجوان نے دیکھتے ہی دیکھتے برتنوں کو ٹھوکر مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

"یہ تم نے کیا کیا! تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟" بیوی غصہ سے چلائی۔

"میں نے اس لیے توڑ دیا تاکہ بعد میں تمہیں ان کو توڑنے کی زحمت نہ کرنی پڑے" شوہر نے جواب دیا

اس واقعہ کے بعد ایک دن شوہر نے بیوی سے رات کے کھانے کے لیے بازار سے ایک بڑی مچھلی لانے کے لیے کہا۔ بازار سے واپس آکر اس نے شوہر کو سامان دکھایا۔ پھر وہ دوڑ کر گھر کے پیچھے تالاب پر گئی اور مچھلی کو اس میں چھوڑ دیا جو ابھی زندہ تھی۔

"ارے بدنصیب عورت، یہ تو نے کیا کیا!" شوہر نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"یہ تم ہی ہو جس نے مجھ کو یہ سکھایا ہے۔ میں نے مچھلی کو اس لیے چھوڑ دیا تاکہ بعد میں تم کو اس کو چھوڑنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔"

کچھ دن بعد ان کو اطلاع ملی کہ اُن کے ایک بزرگ رشتے دار ایک ریٹائرڈ سرکاری

افسر جس سے مدتوں سے ملنا نہیں ہوا تھا، ان کے گھر آ رہا ہے۔ "غائب دماغ! تم کو معلوم ہے کہ ایک بزرگ اور باعزت انسان سے کیسے بات کی جاتی ہے!" شوہر نے پوچھا

"نہیں، سکھا دو" بیوی نے جواب دیا۔

"ایسے عزت دار لوگوں کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آنا چاہیے جب وہ کچھ پوچھیں تب ہی تم کو بولنا چاہیے۔ اگر وہ تمہارے گھر والوں کے بارے میں پوچھیں تو تم بھی ان کے گھر والوں کے بارے میں پوچھو۔ مختصر یہ کہ انکسار کا جواب بے حد انکساری سے دینا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ نرمی سے۔ جب وہ آئیں گے تو میں کچھ دیر کے لیے چپ ہو جاؤں گا، تاکہ تم اکیلے ہی ان سے بات چیت کر سکو۔ لیکن تم یاد رکھنا کہ میں کہیں جاؤں گا نہیں بلکہ پردے کے پیچھے چھپ کر سب کچھ سنتا رہوں گا۔"

آخر وہ قابلِ احترام مہمان آ گئے۔ اُن کے اور گھر کی خاتون کے انکسار کا مقابلہ کچھ

اس طرح ہوا۔

”بیٹی تم سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ پہلے کے مقابلے میں تم بڑی ہو گئی ہو۔ مجھ کو تم یاد ہو جب تم بہت چھوٹی تھیں محض جوتے کے برابر!“

”بڑے چچا! مجھ کو بھی آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ بھی تو کئی فٹ لمبے ہو گئے ہیں۔ آخری بار جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو آپ میرے گھٹنے سے بڑے نہیں تھے!“

”آپ کے دادا دادی کیسے ہیں؟ وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔“

”شکریہ! وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ہاں مجھے خیال آیا آپ کے بزرگ کیسے ہیں۔ وہ میرے بچپن کے دوست ہیں۔“

یہ سوچتے ہوئے کہ یہ بد دماغ عورت اس کا مذاق اڑا رہی ہے، بوڑھے افسر نے غصے سے پوچھا

”تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ ان کو فوراً یہاں بلاؤ!“

”وہ تو وہاں پردے کے پیچھے ہیں۔ یہ جاننے کے لیے کہ کیا میں ان کے کہنے کے مطابق آپ سے بات کر سکتی ہوں یا نہیں!“

ویت نام

# ایک سمجھدار لڑکا

چھوٹا تارو جب اسکول سے گھر آیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا ”ڈیڈ۔ اگر میں یہ بتاؤں کہ آج حساب میں میرے سو فی صد نمبر آتے ہیں تو آپ کیا کریں گے؟“

”واہ! کیا اچھا نتیجہ ہے؟ ارے میں تو بے ہوش ہو جاؤں گا۔“ باپ نے کہا

”دیکھیے! میں آپ کو بے ہوش کرنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے میں نے پچاس فی صدی سے زیادہ نمبر لینے کی کوشش ہی نہیں کی۔“

جاپان

# مُلّا دو پیازہ اور جھگڑالو ہمسایہ

مُلّا دو پیازہ اپنے ہنسی مذاق کے لیے مشہور ہے۔ اس کا ایک جھگڑالو ہمسایہ تھا جس کے پاس ایک گندا سا کتّا تھا جو بغیر کسی وجہ کے بھونکتا رہتا تھا۔ خاص طور پر آدھی رات کے بعد تو اس کو بھونکنے کا دورہ سا پڑتا تھا۔ مُلّا کو کتّے کا رات میں بھونکنا بہت بُرا لگتا کیوں کہ دن بھر کی محنت کے بعد وہ رات کو آرام سے سونا چاہتا تھا۔

ایک دن رات کو وہ گھر دیر سے پہونچا۔ وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ فوراً ہی سو گیا۔ آدھی رات کو ہمسائے کے کتّے کے زور سے بھونکنے کی وجہ سے وہ جاگ اٹھا۔ کچھ دیر تک تو اس نے اپنے غصّہ پر قابو رکھا۔ لیکن جب کتّے کا بھونکنا اس سے برداشت نہیں ہوا تو وہ غصّہ میں کھڑا ہو گیا اور اپنی لاٹھی لے کر سیدھا اس کتّے کے پاس گیا اور اس کو زور زور سے مارنا شروع کر دیا۔

مار کھا کر پہلے تو کتا زور سے چیخا اور پھر مار سے بچنے کے لیے اچھلنے کودنے اور پورا دم لگا کر بھونکنے لگا۔

شور سُن کر کتّے کا مالک گھر سے باہر نکل آیا اور غصّہ سے چلایا۔

”مُلّا رک جاؤ! میرے کتّے کو مارنے کی تمہاری ہمّت کیسے ہوئی؟ اگر تم نے پھر ایسا کیا تو خدا کی قسم میں تم کو نہیں چھوڑوں گا۔“

”تم کیا کروگے؟“ مُلّا نے جواب دیا۔

”اگر تم اس کی کمر پر مارو گے تو میں تمہاری کمر توڑ دوں گا اور اگر تم نے اس کے پاؤں پر ہاتھ لگایا تو قسم خدا کی میں تمہارے پاؤں توڑ دوں گا! سمجھے؟“ اس نے مُلّا کو گھورتے ہوئے کہا۔

مُلّا دو پیازہ نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور پھر سادگی سے جواب دیا ”ہاں۔ میں سمجھ گیا۔ اب میں صرف اس کی دُم پر ماروں گا!“

پاکستان

# کہاوتیں

گائے کے مرنے کے بعد گئوشالہ کی مرمت۔ — جمہوریۂ کوریا

چاول کے مل پر سے چڑیایوں ہی نہیں اُڑ جاتی۔ — جمہوریۂ کوریا

لگاتار چوٹ مارنے سے لوہا بھی سوئی بن جاتا ہے۔

چین



پہاڑ پر چڑھے بغیر انسان آسمان کی اونچائی نہیں جان سکتا،
وادی میں اُترے بغیر انسان یہ نہیں جانتا کہ زمین کتنی سخت ہے۔

چین

ایک گلا ہوا درخت پھل نہیں دیتا
اور کھوکھلے الفاظ کا کوئی مطلب نہیں ہوتا

چین

اتحاد سے آدمی پہاڑ بھی ہلا سکتا ہے
جلتے تنکے ایک جگہ مل کر شعلے بن جاتے ہیں۔ — چین

چڑیائیں دن میں باتیں سنتی ہیں
اور چوہے رات کو۔ — جمہوریۂ کوریا

ایک نابینا آدمی نے دہی کے بارے میں سُنا تو تھا لیکن دہی کھایا نہیں تھا۔ اس نے کسی سے دہی کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسا ہوتا ہے؟

"دہی سفید ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔ نابینا آدمی کو پتہ نہیں تھا کہ سفید کیا ہوتا ہے "سفید کیا ہے؟" اس نے پوچھا

"سفید، سارس کی طرح!" جواب مِلا

"اور سارس کیا ہے؟" نابینا آدمی نے پوچھا۔ آدمی نے اپنا ہاتھ، کُہنی اور کلائی پر سے موڑ کر اس سے کہا "میرے ہاتھ کو چھو کر دیکھو، سارس اس طرح کا ہوتا ہے"

نابینا آدمی نے اس کے ہاتھ کو چھو کر ٹھنڈی سانس لی اور کہا: "اگر دہی اتنا ٹیڑھا ہوتا ہے تو دہی کھانا آسان کام نہیں ہے۔"

اس کہاوت کا مطلب ہے کہ ایک نامعلوم چیز کے بارے میں کسی اور نامعلوم چیز کے ذریعے سمجھانا بے کار ہے۔

سری لنکا

سخت پتھر بھی پانی سے کٹ جاتا ہے
(جو پتھر پر پانی پڑے متصل ـــ بے شبہ گھس جائے پتھر کی سل)

فلی پین

مٹھاس ختم ہو جانے پر چبایا ہوا گنّا تھوک دیا جاتا ہے
ایک نامناسب رویّہ۔ کسی شخص یا چیز کی جب تک وہ کام کی ہو تب تک ہی مانگ ہوتی ہے۔ جب کام کی نہیں رہتی تو بھلا دیا جاتا ہے یا پھینک دیا جاتا ہے۔

انڈونیشیا

کیا مینڈک کو بھی زکام ہوا؟



ہاتھی کے دانت دِکھانے کے اور کھانے کے اور۔

ہندوستان

ہلکورے کھاتا پانی بتاتا ہے کہ گہرائی کم ہے

ایک آدمی جو عقل مند نہیں ہے لیکن خود کو عقل مند ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔

انڈونیشیا

الگ الگ کھیت میں الگ الگ ٹڈّے
مختلف گہرائیوں میں الگ الگ مچھلیاں

معلوم ہونا چاہیے کہ مختلف ملکوں میں الگ الگ رسمیں ہوتی ہیں اور مختلف لوگوں میں الگ الگ عادتیں۔

انڈونیشیا

## کلوا کی طرح مارا پن جانا۔

کلوا ایک سیدھا سادا آدمی تھا۔ وہ بہت ایماندار اور سنجیدہ بھی تھا۔ گاؤں کے مکھیا نے اس سے دوسرے گاؤں کے مکھیا کے پاس جانے کے لیے کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ کلوا دن نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو جائے۔ کلوا نے ایسا ہی کیا۔ وہ مکھیا کا رقعہ لیے بغیر دن نکلنے سے پہلے ہی چل پڑا۔ مکھیا نے اس سے زبانی بھی کچھ نہیں کہا تھا!
اس کہاوت کا مطلب ہے ہدایت کا مقصد سمجھے بنا اس پر عمل کرنا کارآمد نہیں ہوتا۔

سری لنکا

## کدو کا چور کندھے سے پہچانا جاتا ہے۔

راکھ میں پکا کدو (لوکی۔ گھیا) بہت بڑا ہوتا ہے اور اس کے چھلکے پر راکھ بھی لگی ہوتی ہے۔ جب لوگ اس کو اپنے کندھے پر لے کر چلتے ہیں تو راکھ کا نشان رہ جاتا ہے۔

سری لنکا



## جب کچھوے کو سزا کے طور پر پانی میں پھینکا جانا تھا تب وہ چیختا ہی رہا 'نہیں'، 'نہیں'!

ایک راجا ایک کچھوے کو اس کی غلطی کی وجہ سے بہت سخت سزا دینا چاہتا تھا۔ یہ طے ہوا کہ اس کو اُلٹا لٹکا دیا جائے۔ چالاک کچھوے نے کہا "یہ بہت اچھا ہوگا کیوں کہ اس طرح میرے پیٹ پر دھوپ پڑے گی اور اچھا لگے گا۔ راجا نے سوچا کہ "اگر کچھوے کو یہ سزا پسند ہے تو پھر اُسے یہ سزا نہیں دینی چاہیئے۔ راجا نے طے کیا کہ کچھوے کی کمر پر کوڑے مارے جائیں۔
"بہت اچھا" کچھوے نے کہا "اس طرح میری کمر اور مضبوط ہو جائے گی"۔ راجا کی رائے بدل گئی اور اس نے طے کیا کہ کچھوے کو پانی میں پھینک دیا جائے"۔ ارے نہیں، کچھ بھی کرو لیکن مجھ کو پانی میں نہ پھینکو"۔ کچھوا یا چلایا مگر کچھوے کو پانی میں پھینک دیا گیا۔ راجا خوش تھا کہ آخر اس کو صحیح سزا ملی اور کچھوا خوش تھا کہ وہ خیریت سے واپس گھر آگیا۔
کہاوت کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کو وہ کام کرنے کا حکم دینا جو وہ خود چاہتا ہو۔

سری لنکا

شکر کی مٹھاس تو ہماری زبان پر بہت دیر نہیں رہتی لیکن الفاظ کی مٹھاس ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہتی ہے۔
سارے زخم ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن زخمی احساس نہیں۔

تھائی لینڈ

بندر کے گلے میں موتیوں کی مالا ڈالنا۔

ہندوستان

ایسا کوئی ہاتھی دانت نہیں جس پر بال نہ پڑ سکے

کوئی چیز مکمّل نہیں ہے۔ انڈونیشیا

ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا

جیسے اناڑی کاریگر اوزار کی خطا بتاتے۔ برما

بھینس کے آگے بین بجانا

بے وقوف کو اچھی راتے دینا۔ برما

اُنگلی کا درد سارے بدن کو تکلیف دیتا ہے۔

فلی پین

# کہانیاں اور کہانی کار